

نمازی کے پاس

با آواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

فقہاء کرام و اہل حضرت کا موقف
علیہم السلام



مؤلف

محمد عبدالغفور شریقی

باہتمام

محمد رؤف نورانی صاحبزادہ

مکتبہ فاروقیہ

دارالعلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑے شاہ روڈ لاہور فون: 682 6970
گوجر پورہ

نمازی پاپس باواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

فقہاء کرام و اہل حضرت کا موقف
علاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا

مؤلف
محمد عبدالغفور شرقپوری

باہتمام
محمد رؤف نورانی

ناشر
مکتبہ فاروقیہ رضویہ دارالعلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوٹے شاہ روڈ لاہور
فون: ۴۸۲۶۹۷۰

جملہ حقوق مندرجہ ذیل

- نام کتاب : نمازی کے پاس باواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟
نام مؤلف : محمد عبدالغفور شرقی پوری
تائید : علماء اہل سنت پاکستان
اشاعت : بار اول مارچ 2001ء
تعداد : ۲,۰۰۰ (دو ہزار)
پروف ریڈنگ : صاحبزادہ عبدالرؤف نورانی صاحب
ناشر : مکتبہ فاروقیہ جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑی شاہ روڈ گوجر پورہ لاہور نمبر 9
طابع : صاحبزادہ محمد رؤف نورانی صاحبزادہ محمد فاروق نورانی
کمپوزنگ : ماڈرن ایڈورٹائزرز لاہور (اعجاز احمد خان)

اشاکسٹ :

- (1) طاہر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور۔ فون نمبر 7231425
- (2) ادارہ علم و ادب مکان E31/10R1
میجر طارق شہید سٹریٹ، النور ٹاؤن، ورکشاپ سٹاپ
والٹن ایبوری کینٹ فون : 5813070
- (3) سنی کتب خانہ پنج بخش روڈ لاہور
- (4) ضیاء القرآن پبلی کیشنز، پنج بخش روڈ لاہور
- (5) مکتبہ جمال کرم دربار روڈ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
خَلَقَ الْمَوَدَّعَاتِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
خَلَقَ الْمَوَدَّعَاتِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
خَلَقَ الْمَوَدَّعَاتِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
خَلَقَ الْمَوَدَّعَاتِ



فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۳	خطبہ	۷	تقاریظ علماء کرام
۳۳	ابتدائیہ فضائل ذکر اور نماز ذکر فرض اور	۸	حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری کی تقریظ
۳۹	تمام اذکار کا مجموعہ نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے	۹	حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالغفور الوری کی تقریظ
۴۳	مبارکہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے فتاویٰ	۱۲	حضرت علامہ مفتی عبداللطیف مجدذی کی تقریظ
۴۸	مسیبوقین کے ہوتے ہوئے نماز کے بعد ذکر بالجہر کے اثبات میں مصنف شرح صحیح مسلم کے دلائل	۱۲	حضرت علامہ مفتی گل احمد خان عتیقی کی تقریظ
۴۹	مزید لکھتے ہیں۔ مصنف شرح صحیح مسلم مذکورہ بالا احادیث مبارکہ مع ترجمہ کے بعد	۱۶	حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری کی تقریظ
۵۰	دلیل	۲۰	حضرت علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی کی تقریظ
۵۰	بندہ مؤلف کی وضاحت	۲۲	حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کی تقریظ
۵۲	دلیل	۲۳	حضرت علامہ مفتی علی احمد سندیلوی کی تقریظ
۵۲	بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت	۲۹	حضرت علامہ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی

- روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعدد احتمالات جو شیخ محقق نے ذکر فرمائے۔ ۵۸
- ایک بے اصل روایت کی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت ۶۳
- روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعدد احتمالات ذکر کرنے کے بعد حضرت ملا علی قاری کا تجزیہ ۶۵
- حضرت عبداللہ ابن زبیر کی روایت ۶۷
- روایت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شرح جو شیخ محقق نے فرمائی۔ ۶۷
- روایت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے تحت جو ملا علی قاری نے تحریر فرمایا ۶۸
- ایک اہم بات کی نشاندہی ۶۹
- اگر نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ذکر بآلحجر فرمایا ہوتا تو یہ سنت مؤکدہ ہوتا۔ ۷۱
- اگر نماز کے متصل بعد ذکر بآلحجر سنت مؤکدہ ہوتا تو تمام سلاسل کے بزرگ اس پر عمل کرتے۔ ۷۳
- نمازی اپنے رب سے مناجات کرنے والا ہے۔ ۷۹
- مصنف شرح صحیح مسلم کی تیسری دلیل۔ ۸۲
- بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت ۸۲
- نمازی کو اذیت دینے کی ممانعت ۸۳
- مصنف شرح صحیح مسلم اپنے قائم کردہ عنوان میں فرماتے ہیں ۸۸
- بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت ۸۹
- ایک قول پر اجماع کیسے مان لیا گیا۔ ۹۰
- مصنف جاء الحق کے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کے ثبوت میں پیش کردہ دلائل ۹۳
- بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت ۹۵
- مصنف جاء الحق کا جواب ۹۶
- بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت ملاحظہ ہو ۹۶
- پمفلٹ 'اذان و نماز کے بعد ذکر و درود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ ۹۸
- بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت ملاحظہ ہو ۱۰۰

مضامین

صفحہ نمبر

وضاحت کیلئے کتب اصول فقہ سے

المفسر کی تعریف

۱۰۴

کتاب رشد الایمان فی دورۃ الحدیث

والقرآن کا بیان

۱۰۶

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۰۶

روایت حضرت ابن زبیر کے بارے

بندہ مؤلف کی مزید وضاحت

۱۰۸

مؤلف رشد الایمان کے عجیب و

غریب استدلال کی وضاحت

۱۰۹

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر

شدت کی انتہا اور بدگمانی

۱۱۲

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۱۳

مصنف رشد الایمان فی دورۃ

الحدیث والقرآن کی شدت

۱۱۶

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۱۷

نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے

علامہ عبدا حکیم شرف قادری کا

موقف

۱۲۰

بندہ مؤلف کی طرف سے علامہ

شرف قادری کے موقف کی مکمل

وضاحت

۱۲۴

مضامین

صفحہ نمبر

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۲۵ مسجد کا لغوی اور شرعی معنی

۱۲۸ علامہ شرف صاحب کا فرمان

۱۳۰ بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۳۰ علامہ شرف صاحب کا فرمان

۱۳۱ بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۳۱ علامہ شرف صاحب کا فرمان

۱۳۲ بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۳۲ علامہ شرف صاحب کا فرمان

۱۳۵ بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

نمازی کے پاس بلند آواز سے پڑھنا

۱۳۵ ہی اذیت و خلل کا سبب ہے

اللہ عزوجل نمازی کی طرف

۱۳۹ خصوصی توجہ فرماتا ہے

حالت نماز میں قرآن کی قرأت و

حسن سے لذت پانا حضور خالص

۱۴۰ کے لئے حجاب ہے

۱۴۲ علامہ شرف صاحب کا فرمان

۱۴۲ بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

۱۴۳ علامہ شرف صاحب کا فرمان

۱۴۴ بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

- ۱۳۵ علامہ شرف صاحب کا فرمان
- ۱۳۵ بعدہ مؤلف کی طرف سے وضاحت
- ۱۵۵ عوام اور ان کے احکام
- مذکورہ بالا التزامات و اعتراضات کا
- ۱۶۸ جواب بعدہ مؤلف کے ذمہ نہیں
- ۱۶۹ غلط فہمیوں کا ازالہ
- مرکز اہل سنت بریلی شریف کا
- ۱۷۹ معمول
- بعدہ مؤلف کی طرف سے مروجہ ذکر
- بالجہر بعد الصلوٰۃ کے قائلین سے
- ۱۸۰ سوال

—

— — —

— — —

تقاریظ

اللہ تبارک و تعالیٰ ان اکابر علماء اہل سنت کو بہترین جزا عطا فرمائے جنہوں نے بندہ مؤلف ناچیز کے تالیف کردہ رسالہ نمازی کے پاس با و از ذکر جائز ہے یا نہیں پر تقاریظ لکھ کر اپنا فرض ادا فرمایا اور رسالہ ہذا کو اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے مفید تر بنا دیا اور ان کی زیادہ خیر خواہی کا موجب بنے۔ بندہ مؤلف ان کا ممنون و مشکور ہے۔

اکابر علماء اہل سنت کی مزید تقاریظ آرہی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایڈیشن میں شامل کر دی جائیں گی اللہ تبارک و تعالیٰ حق کو سمجھنے اور حق بیان کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بندہ مؤلف

محمد عبدالغفور شر قپوری

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ

بانی و ناظم، جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ حضرت علامہ مولانا عبدالغفور صاحب زادت کا تحقیقی مقالہ جس کا تعلق ”ذکر بعد نماز بہ آواز بلند“ کے مسئلہ سے ہے بلاشبہ ”ذکر بالجبر بعد الصلوٰۃ“ کہ محل ہو درست نہیں ہے ذکر تو اللہ کی نعمت ہے، اللہ کی رحمت ہے مگر سوال یہ ہے کہ نماز سے امام کے فارغ ہونے کے بعد جو لوگ کھڑے ہو کر بقیہ نماز مکمل کرتے ہیں ذکر کی اونچی آواز سے وہ بھول جاتے ہیں یہ کیسے درست ہوگا؟ لہذا اس پر غور کرنا چاہئے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس قدر اونچی آواز سے کہ دوسروں کی نمازوں میں خلل پڑے، ذکر درست نہیں ہے۔ حضرت علامہ عبدالغفور صاحب کی تحقیق سے انشاء اللہ قارئین کو اطمینان ہوگا۔

میں حضرت کو اس اہم مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرنے پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمر دراز بخشے۔ (امین)

دعا گو

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند و حضرت ضیاء الدین مدنی و حضرت شیخ غلام رسول، ریاض آباد، خلیفہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔
رحمہم اللہ تعالیٰ۔

مہتمم: جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) ماڈل ٹاؤن، لاہور

تقریظ

جامع معقول و منقول استاذ العلماء شیخ الحدیث

حضرت علامہ محمد عبدالغفور الوری صاحب مدظلہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان شریف

بانی و ناظم: جامعہ فیاض العلوم، رائے ونڈ ضلع، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لک الحمد یا اللہ و الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اما بعد!

کتاب مسمی نماز کے بعد ذکر بالجہر جائز ہے یا ناجائز مؤلفہ فاضل جلیل عالم

نبیل حضرت علامہ محمد عبدالغفور صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث و مہتمم

جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑیشاہ لاہور بندہ ناچیز کو بدیں غرض دی گئی کہ وہ اس پر

اظہار خیال کرے علامہ موصوف جہاں ایک وحید العصر علمی شخصیت ہیں وہاں

صوفی باصفا ہیں الحمد للہ ثم الحمد للہ جس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا ہے اس کی اس

دور میں اشد ضرورت تھی جس کو کافی حد تک حضرت نے پورا فرمانے کی سعی

بلیغ فرمائی ہے میں حضرت کی علمی شخصیت کا قلبی طور پر جہاں معترف ہوں

وہاں انکا احترام بھی ہمیشہ پیش نظر رکھتا رہا اور رکھتا ہوں علامہ موصوف میرے ہم

سبق و استاد بھائی ہی نہیں بلکہ پیر بھائی بھی ہیں ہم دونوں قطب الاقطاب غوث

الاعیاض زبدۃ العارفین حجۃ اکاملین سند الواصلین امام ربانی شیر یزدانی حضرت

میاں شیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شر قپوری کے برادرِ حقیقی پیر طریقت رہبر شریعت تاج العرفاء فخر الکملاتانی لاثانی حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شر قپوری سرکار کے مرید ہیں میرا خیال تھا کہ اس کتاب کو از اول تا آخر بغور پڑھ کر اپنا اس پر اظہار خیال کر کے تعمیل ارشاد کروں مگر ابھی برطانیہ کے ایک ماہ کے تبلیغی دورہ سے واپسی پر ایک جانب تو مرکزی دارالعلوم فیاض العلوم منڈی رائیونڈ لاہور کی انتظامی ذمہ داریاں دوسری جانب تدریسی فرائض کی یادائیگی کے بعد ان فتوؤں کے جوابات جو میرے برطانیہ کے دورہ کی وجہ سے کثیر تعداد میں جمع ہو چکے تھے تیسری وجہ یہ ہوئی کہ میری بیوی شدید علالت کی وجہ سے اتفاق ہسپتال میں داخل ہے اسے فالج کا ٹیک ہو گیا ہے اور شوگر اور بلڈ پریشر اسلیئے میں حضرت علامہ کی کتاب کا تمام وکمال مطالعہ نہ کر سکتا ہاں مختلف مقامات سے میں نے کتاب مذکور کو پڑھا جس میں پہلے مولانا نے اپنے مؤقف کی وضاحت فرمائی پھر اپنے اس مؤقف کو براہین قاطعہ و حج ساطعہ سے خوب روز روشن کی طرح واضح فرمایا جس سے اپنا مدعا و مؤقف بے غبار اور مخالفین کی بے ثبات و من گھڑت آراء طشت ازبام ہو گئیں۔ نیز مولانا موصوف نے اپنے فہم و ادراک علمی کے ذریعہ اپنے آپ کو حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم الساکت عن الحق شیطانِ اخرس میں کے مطابق یعنی حق نہ کہنے والا گونگا شیطان ہی اس زمرہ سے بچا لیا اور دوسروں کی

رہنمائی کا ذریعہ بن کر الدال علی الخیر کفاعلہ (بخاری شریف) اور فہمہ اجرہا و اجر من
 عمل بھا مسلم شریف جلد نمبر ص ۳۲۷ کے مستحق ہوئے نیز حضرت ممدوح نے
 اس موضوع کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے واضح فرمایا جو کہ زود فہم ہونے کے
 علاوہ عبارت سلیس طرز بیان نہایت ہی صوفیانہ مرغوب و محبوب زبان شستہ جس
 سے قلوب قاسیہ بھی متاثر ہوئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کسی شخصیت کے نام یا سنی
 سنائی بے تکی باتوں کا سہارا لیے بغیر فقط دلائل پر نظر رکھی ہے اس موضوع پر
 مفصل لکھنا نہایت ضروری تھا تاکہ عوام اہلسنت بالعموم اور خواص اہلسنت
 بالخصوص قرآن و حدیث و فقہ کی روشنی میں اپنے عقائد صحیحہ کے مطابق عمل
 کریں اور کرواتیں الحمد للہ مولانا موصوف نے اس ضرورت کو پورا کر دیا اللہ تعالیٰ
 مولانا المحترم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس تالیف کو عامۃ المسلمین کیلئے
 موجب منفعت بنائے آمین۔

خادم العلماء محمد عبدالغفور الوری غفرلہ

بانی و مہتمم جامعہ فیاض العلوم

غلہ منڈی رانیونڈ، ضلع لاہور

24 شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبداللطیف مجددی مدظلہ

شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً مصلياً و مسلماً

مولاء قدوس حضرت استاذ العلماء مولانا عبدالغفور مدظلہ کو جزائے خیر

عطا فرمائے جنہوں نے امر شرعی کو بالذات واضح فرمایا جس پر سلفاً خلفاً علماء و

اساطین متفق تھے اور اس مسئلے پر بعض اشتباہ جو تھے ان کا شافی جواب ذکر فرمایا اور

جو احادیث مبارکہ ذکر بالجہر بعد از صلوٰۃ مفروضہ پر دلالت کرتی ہیں ان کی صحیح

توجیہ فرمائی جس کو محدثین نے بیان فرمایا ان کا اظہار فرمایا۔ حضرت موصوف

نے اپنے بیان کو فتاویٰ علیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی

رحمہ اللہ تعالیٰ سے مزین فرما کر ان حضرات پر تنبیہ فرمائی جو رضوی ہونے کے

باوجود علیٰ حضرت کے خلاف فتویٰ صادر فرماتے رہتے ہیں۔

تذنیب :- ایک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھکھی

شریف والے فقیر کے پاس جامعہ نعیمیہ میں تشریف لائے مجلس علمی منعقد ہو

گئی۔ علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ نے دو مسئلے چھیڑے ایک کا تعلق ذکر بالجہر کے ساتھ تھا۔ بحث میں حضرت

شاہ صاحب نے سعیدی صاحب سے فرمایا۔ آپ نے ذکر بالجہر پر جتنے دلائل بیان

کیے ہیں وہ صرف بعدیت پر دلالت کرتے ہیں لیکن ایسی حدیث یا دلیل بیان کرو

جو بعد متصل پر دلالت کرے۔ اس پر سعیدی صاحب خاموش ہو گئے اور دوسرا

مسئلہ جو متعلق بالزکوٰۃ تھا شاہ صاحب کا موقف اور دلائل سن کر دونوں حضرات

لاجواب ہو گئے۔ موقف ان کا یہ تھا کہ زکوٰۃ کا نصاب صرف سونا ہونا چاہیے۔ اللہ

قدوس اتباع حق کی توفیق عطا فرمائے۔

خاک یوس راہ درد منداں

محمد عبداللطیف

خادم علوم دینیہ بدارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

۶/ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ ۳ دسمبر ۲۰۰۰ء

تقریظ

عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مفتی محمد گل احمد خاں عتیقی صاحب مدظلہ

مدرس: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ حامداً مصلياً

ایک مسلمان کے لئے سکون دل اور اطمینان قلب نعمت عظمیٰ ہے اور اس نعمت عظمیٰ کا حصول ذکر اللہ سے ہوتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے الا بذكر الله تطمئن القلوب کہ سنو! کہ یقیناً ذکر اللہ سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔ نیز ارشاد ہے ترجمہ کہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ نیز احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بھی ذکر اللہ کی بڑی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے اور شارحین احادیث اور فقہاء احناف نے ذکر کرنے کی کیفیت کو بیان کیا کہ ذکر خفی بھی جائز ہے اور ذکر بالجہر بھی جائز ہے۔ مگر بعد از نماز باجماعت ذکر بالجہر کا جواز تین شرطوں سے مشروط ہے کہ نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا نہ ہو۔ جیسے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء احناف کی وضاحت کی روشنی میں چار فتوؤں کی روشنی میں واضح فرمایا معروف عالم دین اور روحانی پیشوا حضرت علامہ مولانا عبدالغفور نقشبندی نے امام اہل سنت اعلیٰ

حضرت عظیم البرکت کے اسی چار فتوؤں کو منظر عام پر لانے کی کوشش فرمائی ہے

اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ امام اہل سنت نے ذکر بالجہر

کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تین موانع یعنی

نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذاء ہو تو ذکر بالجہر ناجائز ہے اور اس سے منع کرنا واجب

ہے جیسا کہ حدیث شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ

فان لم یستطع فبقلبہ وذاک اضعف الایمان

ترجمہ: جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا

دے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی

قدرت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے۔

اور اگر موانع موجود نہ ہو تو ذکر بالجہر جائز تو ہے مگر فقہائے احناف کی

تصریح کے مطابق ذکر خفی بہر صورت افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق

عنایت فرمائے۔

بوسیلہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

حررہ محمد گل احمد خان عتیقی

جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

2000 / 11 / 5 ' 8 رمضان المبارک 1421ھ

تقریظ

تھقِ عصر حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری صاحب مدظلہ

پرنسپل جامعہ اسلامیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدہ اصلی علی حبیبہ الکریم و علی الہ و امتہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

ياايها الذين آمنوا اذكروا الله ذكراً كثيراً

وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً (الاحزاب)

اے اہل ایمان اللہ کا کثرت کے ساتھ ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی

تسبیح پڑھا کرو و یادِ الہی میں سکون و کامیابی کی ضمانت ہے اس کے علاوہ کسی چیز

میں سکون تلاش کرنا سوائے نادانی و بے وقوفی کے کچھ نہیں

خالقِ کائنات کا ارشادِ گرامی ہے الا بذكر الله تطمئن القلوب

اچھی طرح سن لو یادِ الہی سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس نعمتِ عظمیٰ سے

مالا مال کیا۔ ان کا حال بیان فرماتے ہوئے۔

ارشادِ ربّانی ہے :

تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاً وطمعا۔

ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں وہ اپنے پالنے کو خوف و شوق کی

کیفیت میں پہچانتے ہیں

دوسرے مقام پر فرمایا :

وكانوا قليلا من الليل ما يهجعون وبالا سحرهم يستغفرون
وہ راتوں کو بہت کم سوتے ہیں اور بوقت سحری وہ اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں
انکی یادِ الہی سے محبت کا یہ عالم ہو جاتا ہے۔ ”کہ ہتھ کارول تے دل یارول“
اسی شان کو قرآن نے یوں بیان کیا

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوة
”کچھ مرد ایسے ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت یادِ الہی اور ادائیگی
نماز سے غافل نہیں کر پاتی تو یادِ الہی ایمان کی بنیاد ہے یہ ہر حال میں حسبِ مقام
جائز اور اعلیٰ عمل ہے کبھی توبہ کی صورت میں کبھی استغفار کی صورت میں کبھی
تسبیح و تحلیل اور کبھی درود و سلام کی صورت میں نماز بھی ذکرِ الہی کی اعلیٰ و کامل
صورت ہے۔ ذکرِ الہی آہستہ اور بلند آواز دونوں طرح جائز ہے امت کا اس کے
جواز میں اختلاف نہیں رہا، ہاں یہ اختلاف رہا کہ ان میں افضل صورت کون
سی ہے بعض نے آہستہ کو اور بعض نے بلند آواز سے ذکر کو افضل قرار دیا اہل
تحقیق نے ان میں موافقت یوں فرمادی کہ حالات مقامات اور اشخاص کے
حوالے سے کبھی آہستہ اور کبھی بالجہر افضل ہے البتہ جہاں نصوص آچکی ہیں وہاں
یعنی مطابق ہی عمل کیا جائیگا۔ مثلاً فجر، مغرب اور عشاء میں قرأت بلند
آواز سے اور ظہر، عصر میں آہستہ کا حکم ہے تو اسی پر عمل لازم ہے

کچھ لوگوں کی زیادتی

کچھ ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں جو بلند آواز سے ذکر کو جائیز ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسے بدعت اور خرافات قرار دیتے ہوئے مساجد میں اس عمل سے منع کرتے ہیں انہیں باری تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی سامنے رکھنا چاہیے

ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا (البقرہ)

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کے گھروں میں اس کے نام کے ذکر سے منع کرتا اور اسکی بربادی میں کوشاں رہتا ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لیے شرط

جس شریعت نے ہمیں بلند آواز سے ذکر کی اجازت دی ہے اس نے ہمیں اس بات کا پابند کیا ہے کہ تمہارے ذکر سے کسی کی عبادت و آرام میں خلل واقع نہیں ہونا چاہیے مثلاً بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر افضل مگر نماز کا احترام لازم و فرض ہے۔ لہذا اگر کوئی پاس نماز ادا کر رہا ہو تو اس وقت بلند آواز سے نہ کیا جائے تا کہ نماز میں خلل واقع نہ ہو نماز کے اس احترام کے پیش نظر ذکر آہستہ کیا جائے۔ ہمارے ہاں چونکہ اس بات کا خیال کم ہو تا جا رہا ہے لہذا اس بات کی ضرورت تھی کہ لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی جائے تاکہ ذکر کی حدود و قیود کو سامنے رکھ کر ہی اسے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے امام اہل محبت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قادری قدس سرہ العزیز کو کہ انہوں نے اس مسئلہ کو بڑے احسن انداز

میں نہایت ہی تحقیق و خوش اسلوبی سے اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں بیان فرمایا تھا۔ حضرت علامہ مولانا عبدالغفور مجددی زید مجدہ، مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان تمام فتاویٰ جات اور دیگر شارحین حدیث اور فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کو جمع فرمادیا ہے تاکہ ہم ان سے راہنمائی حاصل کر سکیں۔ معاملہ ضد اور ہٹ دھرمی کا نہیں بلکہ یادِ الہی کا ہے تو اس کے لیے وہی رستہ اختیار کر لینا چاہیے جس سے قربِ الہی نصیب ہو لہذا ہمیں خواہش نفس سے بالاتر ہو کر ایسے موقع پر ذکر آہستہ کرنا چاہیے جب کسی خلل کا اندیشہ ہو۔ اللہ تعالیٰ مولانا مدظلہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو تعلیماتِ شریعت پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا گو: محمد خان قادری

خادم کاروان اسلام شادمان لاہور

بروز جمعرات ۴ جنوری ۲۰۰۱ء

تقریظ

استاذ العلماء شارح مرقاة و حسامی
حضرت علامہ مفتی محمد اشرف نقشبندی مدظلہ
ناظم اعلیٰ جامعہ صدیقیہ رضویہ، داروغہ والا، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی الہ و اصحابہ اجمعین
مسئلہ حق اہل سنت و جماعت کے مطابق ”مسئلہ ذکر“ کو بعنوان
نمازی کے پاس باواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

مرشدی و مولائی و استاذی المکرم دامت برکاتہم العالیہ نے تحریر فرمایا
ہے جو اس تاریک دور میں اہل حق کیلئے زشد و ہدایت کی روشنی کا مینار ہے: استاذی
المکرم دامت برکاتہم العالیہ نے اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مفتی
اعظم الشاہ امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز کا وہ فتویٰ جو آپ نے فتاویٰ رضویہ
میں ذکر کے متعلق دیا ہے اس کو اس رسالہ میں بیان فرمایا ہے۔ اور موجودہ دور میں
اس مسئلہ پر جتنے بھی شکوک و شبہات وارد کئے جاتے ہیں ان تمام کے فقہائے
احناف کی اقوال کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائے ہیں۔ بندہ ناچیز

سمجھتا ہے کہ موجودہ دور میں یہ آپ کا ایک تجدیدی کارنامہ ہے۔ لہذا اہل سنت و جماعت کو اسی فتویٰ پر عمل کرنا چاہیے اور عوام کو بھی یہ مسئلہ سمجھانا چاہیے۔ میں یہ بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ استاذی المکرم دامت برکاتہم العالیہ نے یہ رسالہ فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے تحریر فرمایا ہے۔ اور ایسے متعدد مواقع آئے ہیں جہاں پر آپ نے بغیر لومۃ لائم حق بات کہی ہے۔ ہم سب آپ کے احسان مند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت و جماعت کی دعاء قبول فرمائے کہ آپ کو اس کی بہترین جزاء عطاء فرمائے امین ثم امین

محمد اشرف نقشبندی

دارالعلوم جامعہ صدیقیہ رضویہ

نزد الراجی فلور ملز، نشتر ٹاؤن داروغہ والا، لاہور

8 رمضان المبارک مطابق 1421ھ

6 دسمبر 2000ء

تقریظ

مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی، مدظلہ،
ناظم اعلیٰ: جامعہ جلالیہ رضویہ داروغہ والا، لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغفور صاحب نقشبندی کے رسالہ ”نمازی کے پاس باواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟“ کا مسودہ بندہ نے چند مقامات سے پڑھا ہے۔ فاضل مولف نے اس رسالہ میں بعض حالات میں ذکر بالجہر کے عدم جواز پر قلم اٹھایا ہے۔ مثلاً نمازی کی نماز میں اگر خلل واقع ہو رہا ہو۔ اس سلسلے میں انہوں نے فقہائے احناف کی تصریحات کو پیش کر کے مسئلہ کی وضاحت کی ہے۔ دیگر مواد کے علاوہ بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے استفادہ کیا ہے اور ان سے اپنے موقف پر استدلال اور تقریب تام کرنے میں کافی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو مزید توانائیاں عطا فرمائے۔

والسلام مع الف اکرام

محمد اشرف آصف جلالی

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام

داروغہ والا، لاہور

۸ ذیقعد ۱۴۲۱ھ

۳ فروری ۲۰۰۱ء

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی علی احمد سندیلوی صاحب مدظلہ العالی

سابق مدرس و مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

ذکر جبری و خفی ہر طور سے جائز ہے۔ کسی ہیئت کے ساتھ مقید نہیں

بلکہ بوجہ اطلاق اولہ مطلق ہے۔ خواہ منفرد ہو یا مجتمع، حلقہ باندھ کر ہو یا صاف باندھ

کر، یا کسی اور صورت سے، کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر۔ غرضیکہ کوئی ہیئت

ہو، جائز ہے :

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون

اللہ الا حفتہم الملائکۃ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ۱۲۰/۱۹۶)

وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ انا عند ظن

عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی

نفسی ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء

ذکرته فی ملاء خیر منهم (متفق علیہ)

وقال اللہ تعالیٰ یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی

جنوبہم الایہ۔ و فی تفسیر الاحمدی فی بحث
الجہر والاخفاء۔ و ہذا بحث مختلف فیہ بین
الانام فی زماننا ولا طائل تحته' اذا المقصود

بکل الوصول الی اللہ تعالیٰ بای طریق کان۔

بالعموم ذکر خفی ذکر جلی سے افضل ہے اگرچہ بعض اوقات بعض مصالِح

کی بنا پر ذکر جلی ذکر خفی سے افضل ہوتا ہے۔ البتہ اس میں اس بات کا خیال ضرور

رہے کہ یہ جو از اس شرط کے ساتھ ہے کہ کسی نا تم بیمار اور نمازی کو اذیت نہ ہو،

ورجہر نہایت مفرط نہ ہو۔ بطور ریانہ ہو۔ نیز کسی طریقہ کو لازم نہ سمجھا جائے۔

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جس سے مسبوق نمازیوں کی نماز میں خلل

پڑے، جائز نہیں۔ اور اس مقصد کیلئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اور بھی برا ہے۔ حدیث

شریف میں علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ارشاد فرمائی ہے :

”وارتفعت الاصوات فی المساجد۔“

یعنی مساجد میں آواز میں بلند ہونے لگیں گی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں آوازیں بلند کرنا امت کے بگاڑ کی

علامت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و سلف الصالحین رضوان

اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو طریقہ منقول ہے وہ یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر

زیر لب تسبیحات اور اذکار مسنونہ پڑھے جائیں اور آہستہ ہی دعا کی جائے۔ دعا میں

ترنم، الفاظ کو بلا تماشہ کھینچنا اور زور لگانا، جائز نہیں۔ دعا میں آواز آہستہ ہونے کے

ساتھ خشوع و خضوع اور عاجزی اور انکساری ہونی چاہئے۔ آجکل اکثر ائمہ کے دعا

مانگنے کا طریقہ خلاف سنت ہے۔ ہماری مساجد میں اول تو درس قرآن و حدیث ہوتا نہیں اگر کہیں ہوتا ہے درس دینے والے صاحب و عطا و تقریر کا انداز اختیار کرتے ہیں خوب چلاتے اور زور لگاتے ہیں، درس قرآن و حدیث کا یہ انداز پسندیدہ نہیں۔ درس میں آواز پست اور آہستہ ہونی چاہئے کہ نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔

علماء روحانی طبیب ہیں جس طرح جسمانی طبیب کیلئے ماہر ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی طبیب کیلئے بھی ماہر ہونا ضروری ہے۔ طبیب کا کام ہے کہ جو مرض ہو اس کی دوا دے اور جتنی دوا کی ضرورت ہو اتنی ہی دے یہ نہ ہو کہ مرض کچھ ہو اور دوا دوسرے مرض کی دے۔ ہمارے ہاں آجکل یہی کچھ ہو رہا ہے۔ روحانی طبیب بیماری کچھ ہوتی ہے اور دوا کچھ دیتے۔ عوام اہلسنت ایصال ثواب نہ کرنا، گیارہویں نہ دینا، تیجہ چالیسواں عرس نہ کرنا، یا رسول اللہ یا غوث اعظم نہ کہنا وغیرہ کے امراض میں مبتلا نہیں، ان میں سے کوئی بیماری بھی انہیں نہیں ہے۔ یہ غریب مبتلا ہیں بد عملی کی بیماری میں، نماز نہ پڑھنا، روزے نہ رکھنا، کلوۃ نہ دینا، حج نہ کرنا، جھوٹ چغلی، آوارہ گردی، ضیاع وقت، حسد، بغض، کینہ وغیرہ سینکڑوں بیماریوں میں مبتلا ہیں، ان کی ان بیماریوں کا علاج کرنا چاہئے۔

روحانی طبیبوں کا فرض ہے کہ محض ترنم سے نعت سنانے اور نماز کے بعد ذکر کرانے پر وقت پاس نہ کریں۔ بلکہ اپنی مساجد میں درس قرآن و حدیث اور فقہ دیں تاکہ لوگوں کو دین کی سمجھ حاصل ہو اور انہیں اپنی بیماریوں اور علاج کا علم ہو۔

یہ خیال غلط ہے کہ مروج ذکر اہل سنت کا شعائر و علم ہے۔ اہل سنت کا شعائر سنت پر عمل کرنا ہے۔ نماز کے بعد مخصوص ذکر اگرچہ خلاف سنت نہیں مگر یہ یقینی بات ہے کہ ایک مخصوص طور پر زیادہ توجہ دینے سے اور بہت سے سنت ذکر چھوٹ گئے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر نماز کے بعد متعدد ذکر کرنا ثابت ہے۔ حتیٰ کہ آپ سے زیادہ ذکر و استغفار کرتے تھے۔ یہ بھی چھوڑتا جا رہا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يامعاذ قلت نعم يارسول الله-

تو آپ نے ارشاد فرمایا:

انى احبك فقل اللهم اعنى على ذكرك وشكرك

وحسن عباتك فى دبركلى صلاة-

اس حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عباتك پڑھنے کی وصیت فرمائی۔ یہ ذکر اور اس طرح کے اور بہت سے ذکر آجکل کے اکثر روحانی طبیبوں کے بھی علم میں نہیں ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے ایک ہی ذکر کو مخصوص انداز میں اپنالیا باقی سے صرف نظر کیا۔ عوام دینی اعتبار سے جہالت میں ڈوبتے ڈوبتے جا رہے ہیں۔ ہم ہیں کہ لکیر کے فقیر ہو کر ایک ڈگر پر چلے جا رہے ہیں۔ ان کی بیماریوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ ہی انکے علاج کا کچھ سوچتے ہیں۔

امام احمد رضا اور ہمارے دیگر بزرگوں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفطر کو صرف جائز کہا تھا۔ جبکہ کسی نمازی وغیرہ کو ایذا و خلل نہ ہونہ کہ اس کو سنت اور ضروری قرار دیا تھا۔ انکا مطلب یہ تھا کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفطر کو ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی یاد رہے کہ ہر جائز کام کا کرنا کوئی ضروری نہیں ہو جاتا مگر ہمارا رویہ اب یہ ہو گیا ہے کہ جو کام جائز ہے اس کو ضرور کیا جائے۔ اور بعض مرتبہ ہم اس میں اس قدر غلو کرتے ہیں۔ جائز مستحب کام بھی ضروری سمجھ کر بڑی پابندی سے کرتے ہیں اور فرض کو چھوڑ دیتے ہیں۔ گیارہویں بڑی پابندی سے دیتے ہیں، زکوٰۃ نہیں دیتے۔ شب قدر میں نوافل پڑھنے کے لئے مسجدیں بھر جاتی ہیں فرائض نماز سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ وغیرہ۔

امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے نمازی سونے والے اور بیمار کے پاس ذکر بالجہر کو ”نہی عن المنکر“ فرمایا ہے۔ اور جس کا روکنا حسب قدرت واجب قرار دیا ہے۔ اس کا ذکر راقم نے اپنے متعدد اشتہارات میں باحوالہ کیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں بھی حضرت علامہ مولانا عبدالغفور شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ دامت برکاتہم نے تمام حوالے جمع کر دیئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ احقر مسئلہ کی حد تک حضرت مولانا کی تائید کرتا ہے۔ اگر حضرت کی کسی عبارت سے کسی صاحب علم کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکلتا ہو اس سے راقم بری الذمہ ہے۔ فقیر نے حضرت کی کتاب بعض مقامات سے دیکھی بڑی مفید اور معلومات افزا ہے۔ آپ نے ہر دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی اس لئے اس کا مطالعہ کرنا

چاہئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور مسلمانوں کے لئے نافع بنائے۔ آمین بحرمت سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ مطلقاً کربالجہر کا کوئی منکر نہیں البتہ نماز کے بعد کربالجہر کے بارے علماء اہلسنت کے دو گروہ ہیں۔ بعض علماء نماز کے بعد ذکر بالجہر غیر مفروضہ جس سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے، سونے والے اور بیمار کو اذیت نہ پہنچے، زیانہ ہو، جائز فرماتے ہیں۔ اس طور پر ذکر کرتے بھی ہیں۔ بعض ایسی حالت میں ذکر جلی کی بنسبت ذکر خفی کو اولیٰ سمجھتے ہیں، جو ذکر بالجہر کو اولیٰ سمجھتے ہیں۔ اگر وہ ذکر جلی کی بجائے خفی کر لیں تو بہتر ہے، اگر انہوں نے جہر کرنا ہی ہے تو اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے کریں جس کا ذکر امام احمد رضا ربیلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور نہ کرنے والوں کو لعن نہ کریں۔ نہ ہی وہابی وغیرہ کا عیب ان پر لگائیں۔ جو خفی کے قائل ہیں انہیں جلی والوں پر نرمی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ راہ اعتدال اختیار کرنے کی توفیق دے اور افراط و تفریط سے محفوظ رکھے اور عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

خویدم دارالافتاء اخوان المؤمنین پاکستان، لاہور

علی احمد سندیلی غفر اللہ لہ

۱۳ / ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

۸ فروری ۲۰۰۱م

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء
حضرت علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر نقشبندی مجددی مدظلہ العالی مہتمم
رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد سندھ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقیر نے حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفور شریقی کی کتاب ”نمازی کے پاس باواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟“ کا مطالعہ کیا الحمد للہ اس میں ذکر کیے گئے حقائق اور دلائل کو آئمہ مجتہدین بالخصوص فقہائے احناف اور اہل سنت و جماعت کے مقتدر اسلاف کے عقائد و نظریات کے مطابق پایا اس دور میں جب کہ حق بات کہنا ایک جرم بن گیا ہے۔ حضرت مولانا نے جس حق گوئی اور بلند ہمتی کا مظاہرہ فرمایا ہے اس پر یہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا سچا عاشق کہتے ہیں اب ان کے عشق کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتوؤں پر اور ان کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے جب مسجد میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں اس وقت ذکر جہر کو ترک کرتے ہیں یا نہیں؟ جن لوگوں کی اعلیٰ حضرت سے ارادت و عقیدت کا یہ عالم ہو کہ اگر کوئی اعلیٰ حضرت سے کسی مسئلہ میں کوئی علمی اختلاف کر لے تو فوراً اس پر گستاخی و بے ادبی توہین اسلاف اور سنیت سے اخراج کے فتوے صادر کر دیئے جاتے ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے نظریہ اور آپ کے حکم پر

عمل کر کے اپنے ہی فتوؤں سے اپنے آپ کو کہاں تک بچاتے ہیں؟ اس سلسلے میں فقیر کا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ اسلاف کی محبت اور عقیدت کا ان دم بھرنے والوں کے سامنے جب ان کے کسی نظریے کے خلاف اسلاف کی عبارات پیش کی جاتی ہیں تو یہ اپنے باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لیے اسلاف کی عبارات میں تحریف تک کر ڈالتے ہیں۔ لیکن اپنے باطل نظریات سے ہٹنا گوارا نہیں کرتے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک علمی مسئلہ پر حضرت غزالی زمان رازی دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص مرید 'شاگرد اور انکے دارالعلوم کے مفتی صاحب کی خدمت میں فقیر نے اپنے نظریہ کی تائید میں اور ان کے نظریہ کے خلاف انہی کے مرشد و مرہون اور استاذ حضرت غزالی زماں کے ترجمہ القرآن سے جب ایک حوالہ پیش کیا اور ان سے اس کا جواب بن نہ پڑا تو انہوں نے فقیر کو لکھ کر بھجوا دیا کہ غزالی زماں کے ترجمہ قرآن میں یہ سہواً کاتب سے ایسا لکھا گیا ہے آئندہ ایڈیشن میں یہ نکال دیا جائے گا اور ایسا ہی ہو انے ایڈیشن میں وہ لفظ نکال دیا گیا شاید ایسے ہی موقع کے لیے علامہ اقبال نے کہا تھا:

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

نمازیوں کے آگے ذکر جہر کی ممانعت میں چونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ایک نہیں بلکہ کئی مقامات پر متعدد واضح ارشادات ہیں اور وہ ارشادات برس ہا برس سے تسلسل کے ساتھ چھپتے چلے آرہے ہیں اس لیے تحریف لفظی تو یہاں ممکن نہیں رہی اب یہ لوگ اعلیٰ حضرت کے ان واضح ارشادات کی اپنی طرف سے نئے نئے غلط معنی بیان کر کے اس میں معنوی تحریف کی کوشش ضرور کریں گے تاکہ کسی طرح اپنے باطل نظریات پر قائم رہ سکیں۔ اس کی ایک

واضح مثال اور زندہ ثبوت اسی کتاب کے آخر میں اعلیٰ حضرت کے ایک عاشق زار عالم صاحب کی تحریر ہے جس میں انہوں نے علامہ محمد عبدالغفور شرقپوری کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے نظریات کا رد کیا ہے اور اعلیٰ حضرت کے واضح ارشادات کی ایسی لایعنی اور رقیق تاویلات کر کے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ اسے پڑھ کر اہل خرد کو ہنسی آجائے اور اہل دل کو رونا آجائے وہ عالم صاحب فرماتے ہیں کہ زور زور سے کلمہ شریف پڑھنے سے وہابیوں کی نماز میں خلل آئے گا سنیوں کو نہیں آئے گا اور اگر سنیوں کو آیا بھی تو زیادہ نہیں ہوگا۔ اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت کے ارشادات سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے کیا یہ مضحکہ خیز تاویلات نہیں؟ کیا ان چمکانہ تاویلات سے یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ مسلک رضا کی پاسبانی کا یہ دعویٰ کرنے والے مسلک اعلیٰ حضرت کی بجائے اپنے باطل نظریات کی پاسبانی کر رہے ہیں؟

اور اعلیٰ حضرت کے موقف کے خلاف نظریات کو مسلک اعلیٰ حضرت کا نام دے کر کیا اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے کی سازش نہیں کی جا رہی؟

یہی عالم صاحب اپنی تحریر کے آخر میں صاحب کتاب مولانا محمد عبدالغفور صاحب کو نصیحت فرماتے ہیں کہ نمازیوں کے آگے ذکر جہر کرنے سے منع نہ کرو کیونکہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً منع نہ ہو گناہ نہ ہو محض بد خواہی خواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و نادانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو لیکن یہ نصیحت کرتے ہوئے اور اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت پیش کرتے ہوئے ان عالم صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا کہ وہ مولانا محمد عبدالغفور صاحب کو

جو نصیحت کر رہے ہیں وہ نصیحت تو خود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی تک پہنچ رہی ہے کیونکہ نمازی کے آگے ذکر جہر سے منع مولانا محمد عبدالغفور نہیں کر رہے بلکہ خود اعلیٰ حضرت کر رہے ہیں اور منع بھی اس شدت کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ اگر ہاتھ سے روک سکتے ہو تو ہاتھ سے روکو ہاتھ سے روکنے اور منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو زبان سے منع کرو اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کم از کم دل سے بُرا جانو کہ یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے اور ساتھ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ جس ذکر سے نمازی کی نماز میں خلل آتا ہو اس ذکر سے منع کرنا واجب ہے۔ وہ عالم صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ان کے ارشاد کے مطابق جس ذکر سے نمازی کی نماز میں خلل آتا ہو اس ذکر جہر سے منع کرنے والا اگر بالفرض اعلیٰ حضرت کے فتوے کی رو سے مقاصد شرع سے جاہل اور ناواقف ہے عام مسلمانوں کا بد خواہ ہے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہنے والا ہے تو معاذ اللہ اتنی سختی کے ساتھ ذکر جہر سے منع کرنے پر یہ تمام فتوے خود اعلیٰ حضرت پر صادق نہیں آگئے؟ کیا اسی کا نام محبت اعلیٰ حضرت ہے کہ اپنے باطل نظریات کو صحیح کرنے کی خاطر خود اعلیٰ حضرت کو ان کے اپنے فتوے کا مصداق بنا دیا؟ کیا یہ اعلیٰ حضرت کی بے ادبی اور گستاخی نہیں؟ اعلیٰ حضرت کے چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان سے سچی محبت کرنے اور ان کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي هدانا الى الصراط المستقيم وما كنا
لنهدى لولا ان هدانا الله والصلوة والسلام على سيد
الانبياء محمدن المصطفى وعلى اله واصحابه الهادين
المهتدين وتابعيهم وتبعهم من الائمة المجتهدين

اللهم صلى على محمد وعلى ال محمد كما صليت
على ابرهيم وعلى ال ابرهيم انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى ال محمد كما باركت
على ابرهيم وعلى ال ابرهيم انك حميد مجيد.

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
الغرض انکے ہر مؤ پہ لاکھوں درود
انکی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
شافعی مالک احمد امام حنیف
چار باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نمازی کے پاس باواز بلند ذکر کے بارے میں بندہ مؤلف کا موقف وہی ہے جو فقہائے کرام اور عارف باللہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کہ ذکر بالجہر بلا شک و شبہ جائز ہے نماز کے فوراً بعد یا اس کے علاوہ جبکہ نہ ریا ہونے کی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی طور مصلحت شرعیہ کا خلاف عارف باللہ شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بدانکہ جہر ذکر مطلقاً و بعد از نماز مشروع است وارد شدہ است دروے احادیث الخ ۱:

ترجمہ۔ تو جان کہ ذکر بالجہر مطلقاً اور نماز کے بعد مشروع (جائز) ہے اس میں احادیث مبارکہ وارد ہیں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ و جہر بذكر مشروع است بلاشبہ ۲۔ اور ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع (جائز) ہے۔ تیسرے مقام پر فرماتے ہیں

و حق آنست کہ ذکر جہر مشروع است بلاشبہ مگر بعارض ۳

ترجمہ: اور حق یہ ہے کہ ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے مگر کسی عارضہ کے سبب۔

۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ الاسلام: اشعة المعات جلد اول ص ۲۱۸

۲ ایضاً ص ۲۲۰

۳ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شیخ الاسلام: اشعة المعات جلد دوم ص ۲۲۹

یعنی اگر ذکر بالجہر کے سبب کسی نمازی، مریض یا سوتے کی ایذا و تشویش ہو تو مشروع نہیں۔

اور اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی

رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”الجواب : درود شریف ذکر ہے، ذکر بالجہر جائز جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف ہو نہی درود شریف بھی جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز میں دلیل اجماع کہ قرأت حدیث و ذکر نام اقدس میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علماء مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں۔ جتنی آواز سے قرأت حدیث و کلام کر رہے ہیں۔ اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

وضاحت : ”بندہ مولف کی اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں

مودبانہ عرض ”امام کے سلام کے بعد دیکھ لیں اگر جماعت میں شامل تمام نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو جس طرح چاہیں آہستہ یا آواز بلند (انفرادی یا اجتماعی) الگ الگ یا مل کر ذکر الہی کریں درود شریف پڑھیں اور اگر ایک یا زیادہ نمازی اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھ رہے ہوں تو ان کے فارغ ہونے تک آہستہ ذکر کر لیں آہستہ درود شریف پڑھ لیں یہ ذکر درود شریف کو روکنا نہیں کہ آہستہ ذکر درود بھی ذکر درود ہی ہے تاکہ ان نمازیوں کی نمازوں میں خلل نہ پڑے اور وہ نمازی

بھی بغیر وقت و دشواری اور بھولنے کے نماز پڑھ لیں۔ اس سے ذکر و درود کا ثواب بھی ملے گا اور ان کی نمازوں کو خلل سے محفوظ کرنے کا بھی۔ جب فارغ ہو جائیں اور وہاں اور بھی کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو تو جس طرح چاہیں آہستہ یا آواز بلند الگ الگ یا مل کر ذکر الہی کریں درود شریف پڑھیں۔

جب ہم احناف کے نزدیک فقہ حنفی قرآن کریم اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تشریح ہے۔ اور فقہ حنفی کی کتابوں میں یہ مسئلہ واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ کہ ذکر بلجھر جس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا و تشویش ہو یا ریا آنے کا اندیشہ ہونا جائز ہے۔ تو ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کے خلاف یا مخالفت میں قرآن کریم کی آیات و احادیث مبارکہ سے استدلال و استنباط کریں نہ ہمارا یہ منصب ہے نہ ہم اس کے اہل فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن و حدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے کیونکہ فقہائے کرام کی مخالفت غیر مقلدین کرتے ہیں۔

تعجب و افسوس ہے ان علماء کرام پر جو اپنے آپ کو رضوی اور بریلوی کہتے ہیں اور کہلاتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو مجددین و ملت امام اہلسنت اپنے دور کا امام ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ اور ہر مسئلہ پر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

ان علماء کرام نے اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مجددین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ (الفتاویٰ الرضویۃ) جو کہ فقہ حنفی کے مطابق اور فقہ حنفی کی کتب کے حوالہ جات سے مزین بلکہ فقہ

حنفی کا جامع، صحیح، واضح اردو ترجمہ ہے۔

نوٹ: ان تمام فتاویٰ مبارکہ کو جو اس موضوع کے متعلق ہیں شائع کرنا تو درکنار آج تک اس مسئلہ پر ایک فتویٰ مبارکہ بھی شائع نہیں کیا۔ بلکہ ان کے خلاف کتابیں رسائل اشتہارات مندرجہ ذیل عنوانات سے مسلسل شائع کر رہے ہیں۔

1- بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان۔

2- نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت۔

3- ذکر جہر کا جواز۔

جو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں غلط فہمی کا سبب ہے۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب فتاویٰ رضویہ شریفہ کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے

ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل فتویٰ مبارکہ کا

”الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز پڑھنے سے اس کی نماز یا

نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا

منع ہے مسجد میں جب اکیلا تھا اور باآواز پڑھ رہا تھا۔ جس وقت کوئی

شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔“

تو بعض احباب جن میں کے اکثر طلبا اور مساجد میں ائمہ و خطبا ہیں کہتے ہیں کہ اگر

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ صحیحہ اور قابل عمل ہیں تو

ہمارے بعض علماء کرام نے جو ہمارے مسلک کے نمائندہ سمجھے جاتے ہیں اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو امام اہلسنت و مجدد دین و ملت مانتے ہیں۔

انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نماز کے فوراً بعد باواز بلند ذکر و درود جائز و مستحب و سنت ہے اگرچہ بعض جماعت میں شامل نمازی امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوں اور انکی نمازوں میں خلل پڑے اور اسکے اثبات میں قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث مبارکہ پیش کی ہیں اس کے جواب میں تو اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ حضرات مجتہد و غیر مقلد نہیں کہ قرآن و حدیث سے براہ راست استدلال کر سکیں یا کریں بلکہ مقلد ہیں حنفی ہیں انہیں چاہیے کہ فقہ حنفی کی کتب سے حوالہ پیش کریں۔ اسکے باوجود مزید۔ وضاحت اور عوام مسلمین کی تسلی اور طمانیت کیلئے اور یہ بتانے کیلئے کہ ان آیات و احادیث کا صحیح مطلب یہ ہے۔

ان کے وہ دلائل جو اس مسئلہ پر انکی کتابوں میں پیش کیے گئے ہیں ان کے مراجع و ماخذ کی پوری عبارات کے ساتھ جو اس مسئلہ کے متعلق ان میں ہیں درج کیے جاتے ہیں اور بعض کی وضاحت تاکہ ان کا صحیح مطلب سمجھنے میں آسانی ہو اور قارئین خود فیصلہ فرمائیں۔

محمد عبدالغفور ابن تاج الدین

المتوطن دو کیچ ناٹون من مضافات لاہور پاکستان

۱۸ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۵ مارچ سنہ ۲۰۰۰

فضائل ذکر اور نماز ذکر فرض اور تمام اذکار کا مجموعہ

فاذ کرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے اس مبارکہ آیت میں اپنے بندوں کو اپنے ذکر اور اپنے شکر کا حکم اور ناشکری سے منع فرمایا ہے۔ اور اپنے ذکر کی فضیلت و عظمت بیان فرمائی۔ فرمایا تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ذکر اور ذکر کی وجہ سے ذکر کرنیوالے کی اس سے بڑھ کر فضیلت و بزرگی، عظمت و شان کیا ہو سکتی ہے کہ ہم مخلوق و مملوک ہو کر اس کا ذکر کریں اور وہ خالق و مالک ہو کر ہمارا ذکر فرمائے، ہم بندے اور محتاج ہو کر اس کا ذکر کریں وہ معبود والہ، غنی و بے نیاز ہو کر ہمارا ذکر فرمائے۔ ہم پر حق ہے کہ ہم اس کا ذکر و شکر اور خاص اسکی عبادت کریں اس پر کسی کا کوئی حق نہیں۔ یہ محض اس کا فضل و کرم اور رحمت ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر فرماؤں گا، تم میری عبادت کرو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، میں تمہیں بخش دوں گا اور عذاب نہ دوں گا۔ حضور سید عالم نور مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فان حق الله على العباد ان يعبدوه ولا يشركوا

به شيئا وحق العباد على الله ان لا يعذب من لا

يشرك به شيئا

ترجمہ: اللہ کا حق بندوں پر تو یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اسے عذاب نہ دے یعنی دائمی عذاب نہ دے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان

ذکرنی فی نفسہ ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی

ملا منہم ذکرته فی ملا خیر منہم

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کی نزدیک ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھے اور میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے، تو اگر وہ مجھے اپنی دل میں یاد کرے تو میں بھی اُسے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے آدمیوں کی کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہوں جو اس جماعت سے بہتر ہے کہ ملائکہ مقربین کی جماعت ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں۔ ودریں حدیث دلیل است بر جواز ذکر جہر چنانکہ گذشت۔

اور اس حدیث میں ذکر جہر کے جواز پر دلیل ہے جس طرح کے گزرا۔

اور فرماتے ہیں بدانکہ جہر مذکور مشروع است بے شبہ چنانکہ در حدیث آمدہ۔

وان ذکرنی فی ملا مقابل من ذکرنی فی نفسہ واز ادلہ

آنست قول حق سبحانہ وتعالیٰ کذکرکم آباءکم۔

ترجمہ : تو جان بلاشک و شبہ جہر مذکور مشروع ہے جس طرح کہ حدیث میں آیا کہ

اگر میرا بندہ کسی جماعت میں میرا ذکر کرے مقابل اس کے کہ اگر میرا بندہ

اپنی دل میں مجھے یاد کرے۔

اور ذکر جہر کی دلیلوں سے اللہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا قول :

کذکرکم آباءکم

تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے یا اس سے زیادہ۔

اور جاننا چاہیے کہ نماز بھی ذکر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :

اقم الصلوٰۃ لذكری میرے ذکر کیلئے نماز قائم رکھ

اور فرماتا ہے :

یا یہا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم

الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذرّوا البیع

ترجمہ : اے ایمان والو! جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن، تو اللہ کے ذکر کی

طرف دوڑو۔

یہاں اللہ کے ذکر کی طرف دوڑنے سے مراد نماز جمعہ کی طرف دوڑنا ہے۔

اور فرماتا ہے :

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا

اسمہ وسغی فی خرابہا۔

اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں نام خدا لیے

جانی سے۔ یعنی نماز سے۔

حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں : ایک قول یہ

ہے کہ یہ آیت مشرکینِ مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے اصحاب کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا

تھا۔

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ نماز بھی ذکر ہے۔

بلکہ نماز تمام ذکروں کا مجموعہ ہے۔

نماز سے روکنا یا رکاوٹ 'بننا' نماز میں خلل ڈالنا، گویا تمام ذکروں کو

روکنا تمام ذکروں کیلئے رکاوٹ بننا، تمام ذکروں میں خلل ڈالنا ہے۔

ثانیا نماز ذکر فرض ہے اور نماز کے بعد باواز بلند ذکر جائز یا مستحب

فرض کی حفاظت زیادہ ضروری اور اہم۔ اگر مستحب فرض میں روک یا رکاوٹ یا

خلل انداز ہو تو مستحب کا چھوڑنا ضروری ہے اگر نمازی کے پاس اس کی فراغت

تک ذکر آہستہ کر لیا جائے تو ذکر بھی ہو جائے گا کہ آہستہ ذکر بھی ذکر ہے اور ثواب

دگناملے گا ذکر کا بھی اور نمازی کو خلل سے بچانے کا بھی۔

اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔



نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام و المسلمین امام اہل سنت قانع شرک و بدعت آیۃ من آیۃ اللہ الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے الفتاویٰ الرضویۃ کی جلالت و عظمت کے پیش نظر پہلے آپ کے فتاویٰ مبارکہ جو بلاشک و شبہ اسم باسمی العطاء النبوی ہیں۔ جنکا ہر جملہ افراط و تفریط سے پاک اور حدود شرعیہ کے اندر ہے، پیش کئے جاتے ہیں۔ انہیں غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں :

پہلا فتویٰ مبارکہ : ازالہ آباد مسجد صدر مرسلہ حافظ عبدالحمید فتحپوری ۱۶
جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

سوال : اگر کوئی مسجد میں باواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں، خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر، تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے اسکے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

”الجواب : بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز ہی نہیں

بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ
تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم میں ہے

من رای منکم منکر افلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع
فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذاک اضعف

الایمان

جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے
مٹا دے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور
اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے اور یہ سب میں کم
تر درجہ ایمان کا ہے۔

اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے
استماع کیلئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں
دوہرا وبال ہے۔ ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ کہ ذکر جہر میں تھا دوسری
قرآن حکیم کو بے حرمتی کیلئے پیش کرنا۔
ردالمحتار میں ہے۔

فی الفتح عن الخلاصہ رجل یکتب الفقہ ویجنبہ
رجل یقرأ القرآن فلا یمن استماع القرآن
فالائم علی القاری وعلی هذا لو قرا علی السطح
والناس نیام یاثم اہ ای لانہ یكون سببا لا

عراضہم ان استماعہ اولانہ یوذیہم بایقظہم۔
 فتح میں خلاصہ سے ہے ایک شخص فقہ لکھ رہا ہے اور اس کے پاس دوسرا
 شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہے کہ قرآن کا سننا ممکن نہیں تو گناہ تلاوت کرنے
 والے پر ہے اسی طرح اگر اونچی جگہ پڑھتا ہے حالانکہ لوگ سو رہے ہیں تو پڑھنے
 والا گناہ گار ہوگا۔ اسلیئے یہ شخص ان کے قرآن سننے سے اعراض کا سبب بنا یا اس
 وجہ سے کہ اس کی نیند میں خلل پڑے گا اسی میں غیبت سے ہے

یجب علی القاری احترامہ بان لا یقراء فی
 الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأہ فیہا کان
 ہوالمضیع لحرمتہ فیکون الاثم علیہ دون اهل
 الاشتغال دفعا للخرج : واللہ تعالیٰ اعلم ۵۔

تلاوت کرنے والے پر یہ احرام لازم ہے کہ وہ بازاروں میں اور ایسے
 مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول ہوں اگر وہ ایسے مقام پر پڑھتا
 ہے تو وہ قرآن کا احترام ختم کرنے والا ہے لہذا دفع حرج کے پیش نظر یہ
 پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔ مشغول ہونے والے لوگ گناہ گار نہ ہوں گے۔

دوسرا فتویٰ مبارک کہ :

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا
 زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک

یا کئی لوگ باواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہیے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

”الجواب : جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب اکیلا تھا اور باواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔“

تیسرا فتویٰ مبارک :

ازندی پاربتی علاقہ گولیار گوتاباور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۳ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال : بخد مت فیض درجت مولینا و مرشدنا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں وظیفہ یاد رود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے لہذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

احمد رضا بیوی امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۶۱۹ طبع مجددیہ ۱۰/۸/۱۰

”الجواب : مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز بلند نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو۔ یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عندا تحقیق کوئی حرج نہیں۔ تاہم اخفا افضل ہے۔ لسانی الحدیث : خیر الذکر الخفی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔“

چوتھا فتویٰ مبارکہ : مسئلہ ۳۴۹ از راموچکماکوں ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیز یہ۔
مرسلہ سید مفیض الرحمن صاحب۔ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۶ھ۔
سوال : درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقاً جائز ہے یا جواز مع کراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔

”الجواب : درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہونہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف جہر ایونہی درود شریف جہر جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قرأت حدیث و ذکر نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علماء و مسلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں جتنی آواز سے قرأت حدیث و کلام کر رہے ہیں۔ اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

۱۔ احمد رضا بریلوی امام : فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۱۰۶

۲۔ احمد رضا بریلوی امام : فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ج ۱ ص ۱۰۷

منبو قین کے ہوتے ہوئے نماز کے بعد ذکر بالجہر کے
اثبات میں مصنف شرح صحیح مسلم کے دلائل

۱۲۱۷۔ ”عن ابن عباس قال كنا نعرف انقضاء صلوة

رسول الله صلى الله عليه بالتكبير

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو اللہ اکبر (کی آواز) سے پہچان لیتے تھے۔

۱۲۱۸۔ وعن ابن عباس قال ما كنا نعرف انقضاء صلوة

رسول الله صلى الله عليه وسلم الا بالتكبير

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو صرف اللہ اکبر (کی آواز) کے ساتھ پہچانتے تھے۔

۱۲۱۹۔ ان ابا معبد مولى ابن عباس اخبره ان ابن عباس

قال ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس

من المكتوبة كان على عهد رسول الله صلى الله

عليه وسلم وانه قال ابن عباس كنت اعلم اذا

انصرفوا بذلك اذا سمعته

ترجمہ :- بیشک حضرت ابو معبد جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے

آزاد کردہ غلام ہیں کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں

فرض نماز کے بعد باواز بلند ذکر معروف طریقہ تھا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔^۱

میں

مصنف شرح صحیح مسلم مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کے مع ترجمہ کے بعد مزید لکھتے ہیں :

ذکر بالجہر : ”حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں بھی ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبو قین ہوتے تھے اس حدیث کی ناسخ کوئی حدیث نہیں ہے۔ تاہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے آواز توسط اور اعتدال سے نہیں بڑھنی چاہیے تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وفیہ دلیل علی جواز الجہر بالذکر عقب الصلوٰۃ

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں :

استدل بہ بعض السلف علی استحباب دفع

الصوت بالتکبیر والذکر عقب المكتوبة

یعنی اس حدیث سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد باواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں :

اجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر

الجماعة فی المساجد و غیرها الا ان یشوش

جہرہم علی نائم او مصل او قادی۔

یعنی تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

مصنف شرح صحیح مسلم کی پہلی دلیل

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وفیہ دلیل علی جواز الجہر بالذکر عقب الصلوۃ

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔

بندہ مؤلف کی وضاحت : علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری

عبارت مع ترجمہ جو اس حدیث کے تحت فتح الباری شرح صحیح بخاری میں مذکور

ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

جتنا ٹکڑا عبارت دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے

اس کے اوپر لکیر کھینچ دی گئی ہے

وفیہ دلیل علی جواز الجہر بالذکر عقب الصلوۃ

قال وفي السياق اشعار بان الصحابة لم يكونوا
يرفعون اصواتهم بالذكر في الوقت الذي قال فيه
ابن عباس ما قال (قلت) في التقييد بالصحابة
نظر بل لم يكن حينئذ من الصحابة الا القليل
وقال النووي حمل الشافعي هذالحديث على انهم
جهروا به وقتا يسيرا لاجل تعليم صفة الذكر لا
انهم داوموا على الجهر به والمختار ان الامام
والمأموم يخفيان الذكر الان احتيج الى التعليم۔

ترجمہ : اور اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے، فرمایا اور
سیاق عبارت میں اخبار ہے کہ جس وقت حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما
نے یہ فرمایا اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بلند آواز سے ذکر نہیں
فرماتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیساتھ مقید
کرنے میں نظر ہے۔

بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اس وقت تھوڑے ہی تھے اور
حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ
نے اس حدیث کو اس بات پر محمول فرمایا کہ صحابہ کرام نے ذکر کے طریقہ کی
تعلیم کے واسطے تھوڑا وقت بلند آواز سے ذکر فرمایا۔ یہ نہیں کہ انہوں نے ذکر
بالجہر پر دوام فرمایا اور مختار یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں ذکر خفی کریں مگر جس

وقت تعلیم کی ضرورت ہو۔

مصنف: شرح صحیح مسلم کی دوسری دلیل

”حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں“

استدل به بعض السلف علی استحباب دفع

الصوت بالتكبير والذكر عقيب المكتوبة -

ترجمہ۔ اس حدیث سے بعض متقدمین نے نماز کے بعد باآواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر

بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔“

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت:

حضرت علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت مع ترجمہ جو اس

حدیث کے تحت اس موضوع کے متعلق عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں مذکور

ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

جتنا ٹکڑا عبارت دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے

اس کے اوپر خط کھینچ دیا گیا ہے

استدل به بعض السلف علی استحباب دفع

الصوت بالتكبير والذكر عقيب المكتوبة و ممن

استحبہ من المتأخرین ابن حزم وقال ابن بطال
اصحاب المذاهب المتبعة وغيرهم متفقون علی
عدم استحباب دفع الصوت بالتكبير والذكر
حاشا ابن حزم وحمل الشافعی هذا الحديث علی
انه جهر ليعلمهم صفة الذكر لا انه كان دائما قال
واختار للامام والمأموم ان يذكر الله بعد الفراغ
من الصلوة ويخفيان ذلك الا ان يقصد التعليم
فيعلم ما ثم يسرا. وقال ابن بطال قول ابن عباس
كان علی عهد النبي صلى الله عليه وسلم فيه
دلالة انه لم يكن يفعل حين حدث به لانه لو كان
يفعل لم يكن لقوله معنى فكان التكبير في اثر
الصلوات لم يواظب الرسول عليه الصلوة
والسلام عليه طول حياته وفهم اصحابه ان ذلك
ليس بلازم فتركوه خشية ان يظن انه مما لا تتم
الصلوة الا به فذلك كرهه من كرهه من الفقهاء
وفيه دلالة ان ابن عباس كان يصلي في اخريات
الصفوف لكونه صغيرا (قلت) قوله اذا انصرفوا
ظاهره انه لم يكن يحضر الصلوة بالجماعة في
بعض الاوقات لصغره.

يعين عن شرف النووي شرح صحيح مسلم جلد اول ص ۲۱۷

ترجمہ : بعض مقلدین نے اس حدیث سے فرض نماز کے بعد تکبیر اور ذکر کے بلند آواز سے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اور متاخرین میں سے ابن حزم اس کے مستحب ہونے کا قائل ہے۔ اور الشیخ الامام ابو الحسن ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ابن حزم کے علاوہ اصحاب مذاہب متبعہ یعنی اہل سنت و جماعت کے چاروں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے غیر تکبیر اور ذکر کے بلند آواز سے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔ اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اس بات پر محمول فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذکر کے طریقہ کی تعلیم کیلئے جہر فرمایا آپ کا جہر فرمانا دائمی نہیں تھا۔ فرمایا امام اور مقتدی کیلئے مختار یہ ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس کو مخفی کریں مگر یہ کہ تعلیم مقصود ہو تو تعلیم دیں پھر مخفی کریں اور الشیخ الامام ابو الحسن ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان (کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ جس وقت آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی اس وقت آپ نماز کے بعد ذکر بالجہر نہیں فرماتے تھے اسلئے کہ اگر اس وقت نماز کے بعد ذکر بالجہر فرماتے ہوتے تو آپ کے اس فرمان کا کوئی معنی نہیں۔ پس نمازوں کے بعد تکبیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام زندگی مواظبت نہیں فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا کہ یہ لازم نہیں پس انہوں نے اس کو اس خوف سے چھوڑ دیا کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی، پس یہی وجہ ہے کہ فقہائے میں

سے جس نے مکروہ قرار دیا اس وجہ سے قرار دیا۔ اور اس میں دلالت ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما پچھونے کی وجہ سے آخری صفوں میں نماز پڑھتے تھے۔ میں کہتا ہوں ان کے فرمان اذا انصرفوا کا ظاہر یہ ہے کہ آپ پچھونے کی وجہ سے بعض اوقات نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت مع ترجمہ جو اس حدیث کے تحت شرح الکامل للنووی شرح صحیح مسلم : میں مذکور ہے، ملاحظہ فرمائیں جتنا ٹکڑا عبارت دلیل کے طور پر پیش کیا گیا اس پر لکیر کھینچ دی گئی ہے۔

باب الذکر بعد الصلوة فیہ حدیث ابن عباس
 رضی اللہ عنہما قال کنا نعرف انقضاء صلوة
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر وفی
 روایة ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف
 الناس من المكتوبة کان علی عهد النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم وانه قال ابن عباس رضی اللہ عنہما
 کنت اعلم اذا انصرفوا بذالك اذا سمعته هذا
 دلیل لما قاله بعض السلف انه ینسحب رفع
 الصوت بالتکبیر والذکر عقب المكتوبة وممن
 استحبہ من المتأخیرن ابن حزم الظاہری ونقل
 ابن بطال وآخرون ان اصحاب المذاهب

المتبوعة وغيرهم متفقون على عدم استحباب رفع الصوت بالذكر والتكبير وحمل الشافعي رحمه الله تعالى هذا الحديث على انه جهر وقتا يسيرا حتى يعلمهم صفة الذكر لا انهم جهروا دائما قال فاختر للامام والماموم يذكر الله تعالى بعد الفراغ من الصلوة ويخفيان ذلك الا ان يكون اماما يريد ان يتعلم منه فيجهر حتى يعلم انه قد تعلم منه ثم يسر وحمل الحديث على هذا وقوله كنت اعلم اذا انصرفوا ظاهره انه لم يكن يحضر الصلوة في الجماعة في بعض الاوقات لصغره.

ترجمہ : نماز کے بعد ذکر کا باب اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ آپ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے پورا ہونے کو تکبیر کے ساتھ پہچانتے تھے اور ایک روایت میں ہے بلند آواز سے ذکر جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ یہ دلیل ہے بعض متقدمین کی جنہوں نے کہا کہ فرض نماز کے بعد تکبیر اور ذکر بلند آواز سے کرنا مستحب ہے۔ اور متاخرین میں سے جس نے اس کو مستحب قرار دیا وہ ابن حزم الظاہری (غیر مقلد) ہے۔

الشیخ الامام ابوالحسن، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسروں نے نقل فرمایا کہ بیشک اصحاب مذاہب متبوعہ (یعنی ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین) رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے غیر ذکر اور تکبیر کے بلند آواز سے کرنے کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔ اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اس پر محمول فرمایا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا وقت جہر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ذکر کے طریقہ کی تعلیم فرمائیں۔ یہ نہیں کہ انہوں نے ہمیشہ جہر فرمایا۔ فرمایا کہ امام اور مقدی کیلئے مختار یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کا ذکر کریں اور اس کو مخفی کریں مگر یہ کہ امام ارادہ کرے کہ اس سے ذکر کا طریقہ سیکھ لیں تو جہر کرے یہاں تک کہ امام جان لے کہ یہ ذکر کا طریقہ سیکھ گئے ہیں پھر مخفی کرے اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس پر محمول فرمایا ہے اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مبارک کہ :

كنت اعلم اذا انصرفوا

اس کا ظاہر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما پچھ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔

خلاصہ : فرض نماز کے بعد تکبیر و ذکر کے بلند آواز کے استحباب یعنی مستحب ہونے کے قائل بعض متقدمین ہیں اور متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد اور اصحاب مذاہب متبوعہ یعنی الائمۃ الاربعہ اور ان کے مقلدین اور ان کے غیر رحمہم اللہ تعالیٰ، ابن حزم غیر مقلد کے علاوہ اسکے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو اس پر
محمول فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقہ ذکر کی تعلیم کیلئے جہر فرمایا یہ
جہر دائمی نہیں تھا۔ اور فرمایا کہ امام و مقتدی کیلئے مختار ہے کہ وہ نماز سے فراغت
کے بعد اللہ کا ذکر مخفی کریں اور حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان کہ
ذکر بالجہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اس پر دلالت ہے کہ جس وقت
آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی اس وقت آپ ذکر بالجہر نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اگر
اس وقت کرتے ہوتے تو آپ کے اس فرمان کا کوئی معنی نہیں حاصل یہ ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کے بعد تکبیر پر اپنی تمام زندگی مواظبت
نہیں فرمائی۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ
حدیث مبارکہ کے تحت حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکوٰۃ اور اشعۃ اللمعات شرح
مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما (عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما قال كنت اعرف انقضاء صلوة
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر
(متفق علیہ) اختلفوا فی بیان المراد بہ فقیل

المراد به الذكر بعد الصلوة وفي الصحيحين عن ابن عباس رضي الله عنهما ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وقال ابن عباس رضي الله عنهما كنت اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته ثم ذكر البخاري هذا الحديث الذي اورده المؤلف فدل على ان المراد بالتكبير مطلق الذكر وقيل التكبيرات التي في الصلوة عند كل خفض و رفع والمراد اعرف انقضاء كل هيئة يتحول منها الى اخرى قاله الطيبي وقيل التكبير الذي ورد مع التسبيح والتحميد كبر ثلاثا و ثلاثين او عشرا وقيل كانوا يقولون الله اكبر مرة او ثلاثا بعد الصلوة وقال عياض ان ابن عباس رضي الله عنهما كان لم يحضر الجماعة لانه كان صغيرا ممن لا يواظب على ذلك وكان يعرف انقضاء الصلوة بما ذكر وقيل يحتمل ان يكون حاضراً في اواخر الصفوف وكان لا يعرف انقضاءها بالتسليم والله اعلم وقيل كان ذلك في ايام التشريق بمنى وهذا اوفق بمذهب ابي حنيفة

فی کراہیتہم الجہر فی ماعدا ماورد ولہذا لا
یوجبون قضاء تکبیرات العید والتشریق۔^۱

۱۔ گفت ابن عباس کہ بودم من کہ می شناختم تمام شدن نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بتکبیر و اختلاف کرده اند شرح در بیان مراد تکبیر بعض گفته اند کہ مراد تکبیر این جاز کر است چنانکہ در صحیحین از ابن عباس آمدہ است کہ رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہود بود و گفت ابن عباس می شناختم من انقضاء صلوة رابداں پستر آورده است بخاری این حدیث را پس معلوم شد کہ مراد بتکبیر مطلق ذکر است و بعض گفته اند کہ مراد تکبیر است کہ در تسبیح و تحمید و تکبیر کہ بعد از نماز دہ بار یا سی و سہ بار می گویند واقع است و بعض می گویند کہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از نماز تکبیر می گفتند یکبار یا سہ بار و بعض می گویند کہ این در ایام منی بود کہ تکبیرات تشریق می گفتند و طیبی گفته است کہ مراد تکبیراتے است کہ در نماز نزد سر بر آوردن و فرود بردن در رکوع و سجود می گویند و مراد آنست کہ من می شناختم انقضاء ہر ہیئت را کہ انتقال می کرد از وے بدگیرے بتکبیر بایں وجہ بعید است از عبارت و بر ہر تقدیر مشکل می شود کہ این قول ابن عباس چہ معنی دارد مگر وے رضی اللہ عنہما حاضر نمی شد در نماز قاضی عیاض گفته است کہ وے صغیر بود شاید کہ در حضور بجماعت مواظبت نمی نمود و احتمال در اد کہ حاضر میشد و در آخر صفوف می ایستادہ پس نمی شناخت انقضائے نماز را بہ تسلیم و اللہ اعلم۔^۲

۱۔ عبدالحق محدث دہلوی شیخ الاسلام لمعات شرح مشکوٰۃ جلد ثالث ص ۲۰۱

۲۔ عبدالحق محدث دہلوی شیخ الاسلام اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۱۸

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے پورا ہونے کو تکبیر کے ساتھ پہچانتا تھا اور شارحین حدیث نے تکبیر کی مراد کے بیان میں اختلاف کیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ تکبیر سے مراد اس جگہ ذکر ہے جس طرح کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلند آواز سے ذکر لوگوں کے فرض نماز سے فارغ ہونے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں معهود تھا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نماز کے ختم ہونے کو اس کے ساتھ پہچانتا تھا پھر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو لائے ہیں تو معلوم ہوا کہ تکبیر سے مطلق ذکر مراد ہے۔

بعض نے کہا اس سے مراد وہ تکبیرات صلوة ہیں جو رکوع اور سجدہ میں جانے اور سجدے سے سُر اٹھانے کے وقت کہی جاتی ہیں، اس قول کے مطابق سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی مراد یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہیئت صلوة کا پورا ہونے اور ایک ہیئت سے دوسری ہیئت کی طرف منتقل ہونے کو تکبیر کے ذریعے پہچانتا تھا۔ یہ وجہ عبارت سے بعید ہے۔ اور ہر تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول مبارک کا معنی متعین کرنے میں مشکل درپیش ہے۔ بعض کہتے ہیں تکبیر سے تسبیح و تحمید کے ساتھ تینتیس یا اس مرتبہ اللہ اکبر کہنا مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نمازی نماز کے بعد ایک مرتبہ یا تین مرتبہ اللہ اکبر کہا کرتے تھے حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

جماعت میں شامل نہ ہوتے تھے کیونکہ صغیر (بچہ) ہونے کے باعث انکے لیے جماعت کی مواظبت ضروری نہ تھی اور بعض نے کہا احتمال ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حاضر تو ہوتے ہوں مگر جماعت کی آخری صفوں میں کھڑے ہوتے ہوں اور نماز کے پورا ہونے کو سلام کے ساتھ نہ پہچانتے ہوں۔ اور بعض کہتے ہیں اس تکبیر سے منیٰ میں ایام تشریق کی تکبیریں مراد ہیں اور یہ قول حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے ساتھ زیادہ موافق ہے کیونکہ وہ ذکر بالجھر کو مکروہ سمجھتے ہیں سوائے ان مقامات کے جہاں جہر وارد ہوا یعنی جہر کا حکم شرع وارد ہوا۔ اس لیے انکے نزدیک عید اور تشریق کی تکبیرات کی قضاء واجب نہیں۔

نوٹ: شارحین حدیث کے بیان کردہ مذکورہ بالا احتمالات بیان فرمانے کے بعد عارف باللہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ہر تقدیر مشکل میشود کہ اس قول ابن عباس چہ معنی دارد۔ اور ہر تقدیر پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول مبارک کا معنی متعین کرنے میں مشکل درپیش ہے کہ آپ رضی اللہ عنہما اس سے کیا معنی مراد لیتے ہیں۔

بعض علماء شدت جہر ثابت کرنے کے لئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ مذکورہ بالا حدیث مبارک سے استدلال کرتے ہیں ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو صغیر سنی کی وجہ سے جماعت میں شامل نہ ہوتے تھے جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تکبیر فرماتے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے

گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز سن لیتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد جہر شدید (بہت بلند آواز سے تکبیر) فرماتے تھے۔

وضاحت : توجب محدثین و شارحین حدیث کے بیان کردہ احتمالات سے بقول شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ کسی محتمل معنی کا متعین کرنا مشکل ہے تو ایک بے بنیاد احتمال جس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور جس کو کسی شارح حدیث نے بھی بیان نہیں کیا۔ (کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں ذکر کی آواز سن کر لوگوں کا نماز سے فارغ ہونا جان لیتے تھے) کیسے متعین و ثابت ہو سکتا ہے۔؟

ایک بے اصل روایت کی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت

مندرجہ ذیل روایت مسلسل کتابوں، رسائل اور اشتہارات میں شائع ہو رہی ہے قصداً تو نہیں سہواً یا بے توجہی کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس کی طرف توجہ فرمائی جائے۔

۱۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوجہ صغیر سنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

۲۔ ”یعنی میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اسلئے کبھی کبھی جماعت میں

حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہو گئی۔“

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بچپن کی وجہ سے چونکہ گھر میں ہوتے تھے اس لیے ذکر پاک کی آواز اپنے گھر میں سن لیتے تھے اور معلوم کر لیتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔“

حالانکہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنے گھر میں تکبیر و ذکر کی آواز سننا احادیث مبارکہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں بلکہ ان احتمالات سے بھی نہیں جو شارحین حدیث و محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ یعنی، نووی اور اشعۃ اللمعات لمعات مرقاۃ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں ملاحظہ فرمائیں: چہ جائے کہ حضور سید عالم نور مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ترجمان القرآن سید المفسرین، بحر العلم، حبر الامہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ بے اصل روایت منسوب کرنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔ کہ میں زمانہ نبوی میں بہت کم عمر تھا اس لئے کبھی کبھی جماعت میں حاضر نہ ہوتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نماز کے بعد اتنی بلند آواز سے تکبیریں کہتے تھے کہ گھروں میں آواز پہنچ جاتی تھی اور ہم پہچان لیا کرتے تھے کہ نماز ختم ہو گئی۔

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت متعدد احتمالات بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

وقال ابن حجر هو بمعنى رواية الصحيحين
ايضاً انه قال انه دفع الصوت بالذكر حين
ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد رسول
الله صلى الله عليه وسلم فاراد بالتكبير في الاول
مطلق الذكر وحمل الشافعي جهره على هذا انه
كان لاجل تعلم المأمومين لقوله تعالى ولا تجهر
بصلاتك الاية نزلت في الدعاء كما في
الصحيحين واستدل البيهقي وغيره لطلب
الاسرار بخبر الصحيحين انه عليه السلام امرهم
بترك ماكانوا عليه في رفع الصوت بالتهليل
والتكبير وقال انكم لا تدعون الصم ولا غائبانه
معكم انه سميع قريب ويسن الاسرار في سائر
الاذكار ايضاً الا في التلبية والقنوت للامام
والتكبير ليلتي العيد وعند روية الانعام في عشر
ذي الحجة وبين كل سورتين من الضحى الى
آخر القرآن وذكر السوق الوارد وعند صعود

الهضبات والنزول من الشرفات۔^۱

ترجمہ : اور حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بھی صحیحین کی روایت کے معنی میں ہے کہ بیشک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا، تو آپ رضی اللہ نے اول میں تکبیر سے مطلق ذکر مراد لیا۔

اور حضرت سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کے بعد اس ذکر بالجہر کو اس پر محمول فرمایا کہ یہ ذکر بالجہر متقدیوں کو سکھانے کیلئے تھا۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے

ولا تجهر بصلاتك الاية

یہ آیت دعائیں نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں ہے۔

اور شہقی وغیرہ نے طناب الاسرار کے واسطے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کے چھوڑنے کا حکم فرمایا جس پر وہ تھے یعنی تہلیل و تکبیر کے باواز بلند کہنے سے اور فرمایا کہ بیشک تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے بیشک وہ تمہارے ساتھ ہے بیشک وہ سننے والا قریب ہے۔ اور باقی اذکار میں بھی اخفا سنت ہے مگر تلبیہ اور امام کی قنوت اور عید کی دونوں راتوں کی تکبیریں اور قربانی کے چوپایوں کے دیکھنے

کے وقت عشرہ ذی الحجہ میں اور ہر دو سورتوں کے درمیان ^{الضحیٰ} سے آخر قرآن تک اور بازار کا وارڈ کر اور پستیوں سے چڑھنے اور بلندیوں سے نزول کے وقت۔
حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث مبارکہ!

عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم
من صلواته یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وهو علی
کل شیء قدير لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا
اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ
الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو
کرہ الکافرون۔^۱

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ
رسول ﷺ جب اپنی نماز سے سلام فرماتے بلند آواز سے مذکورہ بالا کلمات پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ مذکورہ
بالا حدیث مبارکہ کے تحت حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی
رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

اس حدیث صریح است در جہر بذر کہ آل حضرت باواز بلند میخواند اما بعض علماء

۱ ولی الدین محمد امام : مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۸ صحیح مسلم جلد اول ص ۲۱۸

گفتہ اند کہ بلند خواندن آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تعلیم اصحاب بود۔
و نووی در مہذب گفتہ کہ افضل اخفاست دریں دعا و جز آن خواہ امام بود یا منفرد مگر
آنکہ حاجت بود تعلیم آل و ہم بریں حمل کردہ شدہ است جہر رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم بآن و بعد ازان کہ محفوظ گشت اخفا افضل است و حق آنست کہ اوقات
مختلف است گاہے ذوق و حضور در اخفا دست دہد گاہے در جہر شوق و گرمی افزاید و
جہر بزد کر مشروع است بلاشبہ۔^۱

یہ حدیث ذکر بالجہر میں صریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باواز بلند
پڑھتے تھے تاہم بعض علماء نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا باواز بلند
پڑھنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیم کیلئے تھا۔ اور حضرت امام نووی
رحمہ اللہ تعالیٰ نے مہذب میں فرمایا کہ اس دعا اور دیگر دعاؤں میں اخفا افضل ہے
پڑھنے والا خواہ امام ہو یا اکیلا نماز پڑھنے والا مگر اس وقت بلند آواز سے پڑھے جب
اسکی تعلیم کی ضرورت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہر یعنی باواز بلند
پڑھنے کو اس پر محمول کیا گیا ہے اور لوگوں کو یاد ہو جانے کے بعد اسکو مخفی پڑھنا
افضل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوتے ہیں کبھی اخفا میں ذوق و حضور
نصیب ہوتا ہے کبھی جہر میں شوق اور گرمی بڑھتی ہے۔ اور ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔
حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ مذکورہ بالا
حدیث مبارک کے تحت حضرت ملا علی القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ
شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :

تعلیما لمن حضر معہ من الملاء۔^۲

۱ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام: اشعۃ اللمعات جلد اول، ص ۳۱۹

۲ ملا علی قاری امام: مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ثانی، ص ۳۵۸

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نماز سے سلام فرماتے وقت ان کلمات مبارکہ کا پڑھنا اپنے ساتھ جماعت میں حاضر ہونے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمانے کیلئے تھا۔

ایک اہم بات کی نشاندہی

بندہ مؤلف کا مقصد استحباب اور عدم استحباب کی بحث نہیں۔ مقصد تو صرف ایک فقہی مسئلہ کی وضاحت ہے کہ نمازی کے پاس باواز ذکر جائز ہے یا منع ہے۔ علماء کرام کی توجہ دلانے اور عوام اہلسنت کے علم میں لانے کیلئے ایک اہم بات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث

ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من
المكتوبة كان على عهد رسول الله صلى الله عليه
وسلم

کے تحت ہمارے موجودہ دور کے علما نے اپنی کتابوں میں عینی و نووی سے فرض نماز کے بعد تکبیر و ذکر کے بلند آواز کے استحباب پر بعض متقدمین کا استدلال نقل فرمایا۔ اور یہ نقل نہیں فرمایا جو اس استدلال کے متصلاً بعد ان ہی عینی و نووی میں مذکور ہے۔ کہ متاخرین میں سے صرف ابن حزم ظاہری (غیر مقلد) اس کے استحباب کا قائل ہے۔ اور ہمارے چاروں ائمہ کرام حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت سیدنا امام شافعی، حضرت سیدنا امام مالک، حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے علاوہ۔ سوائے ابن

حزم ظاہری (غیر مقلد) کے نماز کے بعد تکبیر و ذکر کے بلند آواز کے عدم استحباب پر متفق ہیں۔ حالانکہ اتباع و پیروی تو ہمیں الائمۃ الکرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرنی ہی بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد کی نہیں۔

بعض علماء کرام ضرور فرمائیں گے کہ بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد نماز کی بعد باواز بلند ذکر کو مستحب قرار دیتے ہیں باقی حضرات حتیٰ کہ ائمہ اربعہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں سوال یہ ہے کہ کسی نے اسے حرام قرار دیا ہے یا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے؟
بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت

واقعی ائمہ اربعہ وغیر ہم کے نزدیک نماز کے بعد باواز ذکر حرام نہیں جائز ہے۔ اور بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد کے نزدیک مستحب ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مستحب جائز غیر مستحب سے بہتر ہے۔ کیونکہ جائز وہ ہے جس کا کرنا نہ کرنا یکساں ہے اور مستحب وہ ہے جس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر کچھ نہیں۔ اور چونکہ ہمارے موجودہ دور کے علماء نے فرض نماز کے بعد باواز ذکر کے مستحب ہونے پر بعض متقدمین کا استدلال نقل کیا ہے اور باقی حضرات اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا غیر مستحب ہونے پر اتفاق نقل نہیں کیا تو لوگ فرض نماز کے بعد باواز ذکر کو مستحب جان کر اس پر عمل کریں گے حالانکہ یہ مستحب نہیں۔ تو انہوں نے حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد کی پیروی کی۔

اگر نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ
ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو یہ ذکر سنت مؤکدہ ہوتا :

فتح الباری شرح صحیح بخاری للعلامة ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ
اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری لشیخ الامام بدر الدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ اور
نودی شرح صحیح مسلم للعلامة الامام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ اور اشعة الممعات للشیخ
الحق الشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مرقات شرح مشکوٰۃ للملا علی
القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا عبارات آپ نے پڑھیں جن میں
سے ذکر بالجہر کے جواز و استحباب کا استدلال نقل کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے نماز کے بعد تھوڑا وقت ذکر بالجہر فرمایا اور وہ بھی ذکر کے طریقے کی تعلیم
فرمانے کیلئے اسپر دوام نہیں فرمایا اور یہی بات صحیح اور حق ہے۔ اولاً ظاہر ہے کہ اگر
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو نماز
کے بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا اور ہماری فقہ کی کتابوں میں اسکا سنت مؤکدہ
ہونا مذکور ہوتا حالانکہ متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے اس کے سنت مؤکدہ
ہونے کا قول نہیں فرمایا۔ مستحب ہونے کے قائلین بھی بعض متقدمین ہیں اور
متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد۔ اور الائمة الاربعہ اور انکے مقلدین اور
انکے علاوہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔ یعنی انکے نزدیک سنت ہونا تو
درکنار مستحب بھی نہیں۔

سنت مؤکدہ کی تعریف : حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

وبلا منع الترك ان كان مما واطب عليه الرسول
صلى الله تعالى عليه وسلم او الخلفاء الراشدون
من بعده فسنة. ۱

ترجمہ: اور ترک کے منع کے بغیر اگر اس فعل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ
عنہم نے مواظبت فرمائی ہو تو وہ سنت ہے۔ صدر الشریعہ حضرت
مولانا امجد علی صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

سنت مؤکدہ وہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو۔ البتہ
بیان جواز کے واسطے کبھی ترک بھی فرمایا ہو اس کا ترک اساعت اور
کرنا ثواب اور نادر ترک پر عتاب اور اس کی عادت پر استحقاق
عذاب۔ ۲

شروحات حدیث جن سے نماز کے بعد ذکر بالجہر کے مستحب ہونے کا
استدلال نقل کیا جاتا ہے۔ فتح الباری، عینی نووی، اشعة اللمعات، مرقات کی
پوری عبارات قارئین نے پڑھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے
بعد ذکر بالجہر پر دوام نہیں فرمایا۔ وقت یسیر (تھوڑا وقت) اور وہ بھی تعلیم کیلئے
فرمایا۔ جیسے بیان ہو چکا۔

۱ محمد امین المعروف ابن عابدین امام: رد المحتار علی الدر المختار، جلد اول، ص ۷۰

۲ محمد امجد علی اعظمی، صدر الشریعہ: بہار شریعت، حصہ دوم، ص ۶

اگر نماز کے متصلاً بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا تو تمام سلاسل کے بزرگ اس پر عمل کرتے

ثانیاً اور اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے متصلاً بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمایا ہوتا تو نماز کے متصلاً بعد ذکر بالجہر سنت مؤکدہ ہوتا۔ اور اگر سنت ہوتا تو تمام سلاسل کے بزرگ اس پر عمل کرتے۔ نقشبندی بزرگ اس پر عمل کیوں نہ کرتے۔ کیونکہ حضرات مشائخ کرام، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ ہوں یا سلسلہ عالیہ قادریہ کے بزرگ یا سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگ یا سلسلہ عالیہ سہروردیہ وغیرہم کے بزرگ مستحب پر بھی عمل نہیں چھوڑتے سنت مؤکدہ پر عمل کیسے چھوڑ دیں گے۔

میرے مرئی و محسن آقائے نعمت سیدی و مرشدی قطب زماں حضرت قبلہ ثانی صاحب قدس سرہ برادر حقیقی غوث زماں حضرت اعلیٰ شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ ختم مبارک کے موقع پر جو ہر سال ۱۷-۱۸ اکتوبر کو شرقپور شریف میں منعقد ہوتا ہے۔ مدرسہ دارالمبلغین حضرت میاں صاحب سے فارغ ہونے والے طلباء کی دستار بندی کے دوران مولانا منصب علی صاحب نے جو مدرسہ مذکورہ بالا کے استاد ہیں کلمہ طیبہ کا ورد کروانا شروع کر دیا میں نے مخدوم و محترم فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مدظلہ العالی کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ ذکر بالجہر ہمارے سلسلہ کے طریق کے خلاف ہے۔ شرعاً ناجائز ہونے کی وجہ سے نہیں شرعاً تو

مولانا کے شیخ

جائز ہے مگر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طریق پر نہیں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند مخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نہ انکار میکنم نہ ایں کار میکنم۔ چونکہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف سلسلہ نقشبندیہ عالیہ مجددیہ کا مرکز ہے۔ کئی آستانے اس آستانے سے متعلق ہیں یہاں ہر کام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طریق پر ہونا چاہیے حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ نے کلمہ طیبہ کا ورد رکوعا دیا اور فرمایا کہ تعلیم و تلقین کیلئے اجازت ہے یعنی تعلیم کیلئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے طریق کے بھی خلاف نہیں اور منجملہ آداب کہ ہر بزرگ کے آستانہ مبارکہ پر اس بزرگ کے طریقے کے مطابق ہی عمل ہونا چاہیے تاکہ حاضرین کو بغیر بتانے کے اس عمل ہی سے ان بزرگوں کا طریقہ معلوم ہو جائے اور یہ عمل ان کے لیے سبق و درس ہو جائے اور بزرگان دین کے اعراس مبارکہ کے انعقاد اور ان کے آستانہ ہائے مبارکہ پر اجتماعات کا بڑا مقصد حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے بقول یہی ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی تعلیم سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے اگر کسی بزرگ کے آستانہ پر شریعت مطہرہ کے خلاف عمل ہو تو اس کی پیروی نہ کی جائے۔ عرض کیا ہے کہ ہر بزرگ کے آستانہ مبارکہ پر اس بزرگ کے طریقہ کے مطابق عمل ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ بزرگ ہوتا ہی وہی ہے جو پابند شریعت ہو یعنی شریعت کے مطابق عمل کرے شریعت مطہرہ کے خلاف عمل کرنیوالا اولی اللہ اور بزرگ نہیں ہو سکتا۔

خلاف پیمبر کسی راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
(بوستان سعدی)

جس شخص نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود کو نہ پہنچے گا بندے کا مقصود خدا تعالیٰ تک رسائی اور خدا تعالیٰ تک پہنچنا ہے اور خدا رسیدہ اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے والا ہی ولی اللہ اور بزرگ ہوتا ہے۔ فتح الباری، یعنی نووی، اشعة اللمعات اور مرقاۃ کی عبارات قارئین نے پڑھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر پر دوام نہیں فرمایا اگر بالفرض حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے متصلاً بعد ہمیشہ ذکر بالجہر فرمانا معلوم ہوتا ہو جیسا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ احادیث مبارکہ سے بعض نے سمجھا اور استدلال کیا تو چونکہ ہم مجتہد نہیں ہیں کہ خود احادیث مبارکہ سے مسائل کا استدلال و استنباط کریں۔ احادیث مبارکہ کے مواقع و محامل فقہاء کرام بیان فرماتے ہیں۔ اور فقہاء کرام نے فرمایا ہے جب باواز پڑھنے سے کسی سوتے یا نمازی یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ تو باواز پڑھنا منع ہے اُنکے تو ہمیں فرمان پر عمل کرنا چاہیے مزید وضاحت کے لئے حدیثیں مبارکین ملاحظہ فرمائیں :

وعن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه

وسلم يذكر الله على كل احيانه

ترجمہ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ۔

گفت عائشہ بود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ذکر میکرد خدا راومی برد نام اور رابر ہمہ اوقات خود چہ در حالت حدث و جنابت و چہ غیر آں الا قرآن کہ در حالت

جنابت نمی خواند۔ الخ۔ یعنی حضور صلی علیہ و سلم اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اور اس کا نام لیتے تھے خواہ بے دو نضگی اور جنابت کی حالت ہو یا اس کے علاوہ مگر قرآن کریم جنابت کی حالت میں نہیں پڑھتے تھے۔ "اس حدیث مبارکہ کے عموم الفاظ کے لحاظ سے ہر ذکر ہر حالت میں جائز ہونا چاہیے مگر احادیث مبارکہ کی تشریح۔ اور ان کے مواقع اور محامل فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہاں ذکر سے مراد کون سا ذکر ہے؟ قرآن یا اس کے علاوہ تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل وغیر ہم کیونکہ قرآن کریم بھی ذکر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے :

وهذا ذکر مبارک انزلناه ۱

اور یہ ہے ذکر برکت والا کہ ہم نے اتارا

اور فرمایا :

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ۲

بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن (ذکر) اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں (محافظ)

اور فرمایا :

وقالوا یا ایہا الزی نزل علیہ الذکر انک لمجنون ۳

۱ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام: اشعۃ الملعات جلد اول، ص ۲۳

۲ القرآن، سورۃ الانبیاء، آیت: ۵۰

۳ القرآن، سورۃ الحجر، آیت: ۹۵

۴ القرآن، سورۃ الحجر، آیت: ۵

اور یوں لے لے وہ جس پر قرآن (ذکر) اتارا گیا بیشک تم مجنون ہو۔
 اور تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل وغیرہم بھی ذکر اور درود شریف بھی ذکر
 اور پھر یہاں ذکر سے مراد ذکر لسانی ہے یا ذکر قلبی۔ فقہاء کرام نے بیان فرمایا کہ
 نجاست کی جگہ اور بعد ستر کھولنے کے زبان سے ذکر الہی منع ہے۔ اور قرآن کریم
 کا پڑھنا جنابت کی حالت میں منع ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 لا تقرء الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن۔^۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیض والی عورت اور جنبی قرآن میں سے
 کچھ نہ پڑھے۔

اور فقہاء کرام فرماتے ہیں قرآن مجید کی تلاوت میں اذان کی آواز آئے تو
 تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے یونہی اقامت
 میں۔^۲

خطبے میں حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں
 درود پڑھیں زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔^۳

۱۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ امام: جامع ترمذی جلد اول ص ۳۳

۲۔ محمد امجد علی اعظمی 'صدر الشریعت' بہار شریعت حصہ سوم ص ۲۷

۳۔ احمد رضا بریلوی امام: فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۷۳۱

بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے۔ اور کسی خطبہ کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر عز شانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت کہ محالت خطبہ سلام و کلام مطلقاً حرام ہے ہاں دل میں جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کہیں۔ در مختار میں ہے

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام الى تمامها خلا
قضا فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين
الوقتية!

جب امام خطبہ کیلئے نکلے تو اس کے پورا ہونے تک کوئی نماز اور کلام نہیں سوائے فوت ہونے والی نماز کی قضا کے کہ اس کے اور وقتیہ نماز کے درمیان ترتیب ساقط نہیں ہوتی یعنی صاحب ترتیب اپنی فوت شدہ نماز پڑھ لے۔
حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی صاحب اعظمی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک خطیب نے لیا تو حاضرین دل میں درود شریف پڑھیں زبان سے پڑھنے کی اس وقت اجازت نہیں یونہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذکر پر اس وقت رضی اللہ عنہم زبان سے کہنے کی اجازت نہیں حوالہ در مختار۔ جب امام خطبہ کیلئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔ البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کر لے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد :

سبحان الله ان المؤمن لا ینجس^۱

سبحان اللہ بیشک مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد عالیہ میں اگرچہ سبب خاص ہے، مگر الفاظ مبارکہ عام ہیں۔ ان الفاظ مبارکہ کے عموم سے ظاہر ہے کہ مؤمن کا بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ نہ حقیقتاً نہ حکماً مگر فقہاء کرام بیان فرماتے ہیں کہ جنابت حکمی پلیدی ہے جس کا شرع شریف میں حکم فرمایا گیا ہے۔ اور اس پر شریعت میں غسل فرض قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس سے انسان کا بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ اسلئے جنسی کا پسینہ اور جھوٹا پاک ہے۔ اور اس کے ساتھ مصافحہ و معانقہ، بیٹھنا اٹھنا ملنا جلنا جائز ہے۔ اور مشرک کا بدن بھی پاک اس کا پسینہ اور جھوٹا بھی پاک حالانکہ قرآن کریم میں ہے :

انما المشرکون نجس۔^۲ مشرک زرے ناپاک ہیں۔ (کنزل الایمان)

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے گندگی اعتقاد مراد ہے کہ ان کا

باطن خبیث ہے۔ اس طرح نماز کے متصل بعد ذکر بالجہر کے جائز و منع ہونے کے مواقع و محاصل فقہائے کرام نے بیان کر دیئے ہیں تو ہمیں ان کے فرمان پر عمل کرنا چاہئے۔

نمازی اپنے رب سے مناجات کرنے والا ہے

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ ولی الدین محمد امام: مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۹، صحیح بخاری جلد اول، ص ۳۲

۲۔ القرآن، سورۃ التوبہ، آیت: ۲۸

عليه وسلم اذا قام احدكم الى الصلوة فلا يبصق
امامه فانما ينجي الله مادام في مصلاه ولا عن
يمينه فان عن يمينه ملكاً ويبصق عن يساره او
تحت قدمه فيدونها وفي رواية ابي سعيد تحت
قدمه اليسرى^١

ترجمہ : شیخ محقق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
راویت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} نے فرمایا چوں
ایستادیکے از شام نماز پس باید کہ نیند ازد آب دهن! پیش روئے
خود بجانب قبلہ زیرا کہ وے مناجات نمی کند و توجہ نمی آورد
مگر خدائے تعالیٰ را ماوام کہ جائے نماز خود است^٢۔

جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو تو وہ اپنے سامنے قبلہ کی جانب نہ
تھو کے اسلئے کہ وہ مناجات نہیں کرتا اور توجہ نہیں لاتا مگر خدائے تعالیٰ کی
طرف۔ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے۔ اور نہ اپنی دائیں جانب کیونکہ اس کی
دائیں جانب فرشتہ ہے۔ اور اپنی بائیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھو کے پھر اس
کو دفن کر دے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ اپنے بائیں
قدم کے نیچے۔

وعن انس قال رأى النبي صلى الله عليه وسلم

١ دلی الدین محمد امام : مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۹

٢ عبدالحق محدث دہلوی شیخ الاسلام ص اشعة الممعات جلد اول ص ۳۲۹

نخامة في القبلة فشق ذلك عليه حتى رثى في
 وجهه فقام فحكه بيده فقال ان احدكم اذا قام
 على الصلوة فانما يناجي ربه وان ربه بينه وبين
 القبلة فلا يبصق احدكم قبلة ولكن عن يساده او
 تحت قدمه ثم اخذ طرف رداءه فبصق فيه ثم رد
 بعضه على بعض فقال او يفعل هكذا!

ترجمہ : اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب ریٹھ دیکھی تو آپ کو ناگوار گزرا حتیٰ کہ
 ناگواری آپ کے چہرہ انور میں دیکھی گئی پھر اٹھے اور اسے اپنے
 ہاتھ سے کھرچ دیا پھر فرمایا کہ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے
 کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب ہی سے مناجات کرتا ہے۔ اور بیشک اس
 کارب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے تو تم میں سے کوئی اپنے
 قبلہ کی طرف ہرگز نہ تھو کے ولیکن اپنی بائیں طرف یا اپنے قدم کے
 نیچے۔ پھر اپنی چادر کا کونہ پکڑ اور اس میں تھوکا پھرا سکے بعض کو بعض
 پر مل دیا پھر فرمایا۔ یا ایسا کرے۔

مصنف شرح صحیح مسلم کی تیسری دلیل

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

اجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد و غیرھا الا ان یشوش جھرہم علی نائم او مصل او قاری۔ یعنی تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد و غیرہ میں مستحب ہے۔ الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

پہرہ مولف کی طرف سے وضاحت

شامی کی اس پیش کردہ عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز کی جماعت کے بعد نماز میں مسبوقین کے ہوتے ہوئے ذکر بالجہر کے استحباب پر علماء سلف و خلف کا اجماع ہے کیونکہ اس عبارت میں ذکر الجماعت سے خاص نماز کی جماعت کا ذکر مراد نہیں بلکہ کسی جماعت کا ذکر، گروہ کا ذکر، مجمع کا ذکر چند آدمیوں کا ذکر ہے۔

اولاً: مساجد کے بعد و غیرہا (یعنی مساجد اور مساجد کے غیر میں) الفاظ سے بھی کچھ اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ یہاں خاص نماز کی جماعت مراد نہیں کیونکہ نماز کی جماعت تو اکثر مساجد میں ہوتی ہے غیر مساجد میں نہیں۔ یہاں تو وہ جماعت مراد

ہے جو مساجد اور غیر مساجد میں ہو۔

ثانیاً : علامہ شامی (علیہ الرحمہ) کی اس عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو اسی باب مطلب فی رفع الصوت بالذکر میں ذکر بالجہر کے اثبات میں پیش کی گئی ہے۔ جاء فی الحدیث ما اقتضی طلب الجہر بہ حدیث میں جو آیا وہ طلب جہر کا تقاضہ کرتا ہے۔ نحو وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منہم^۱ (رواد الشیخان)

اشعة اللمعات جلد دوم ص ۱۸۰ اگر یاد کند مراد رجماعہ از آدمیاں ذکر میکنم اور اور جماعتے بہتر از اں جماعت کہ جماعت ملائکہ مقربین باشند۔ اور اگر میرا بندہ مجھے آدمیوں کی کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں کہ ملائکہ مقربین کی جماعت ہے اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ رحمہما اللہ تعالیٰ۔

ثالثاً : ذکر الجماعت مرکب اضافی معنوی ہے اور اضافت معنوی کے تینوں اقسام میں سے کسی قسم کی لحاظ سے سوائے تاویل کے یہ معنی نہیں ہو سکتا جو حضرت مصنف شرح صحیح مسلم صاحب نے فرمایا کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر، جس سے کچھ ابہام ہوتا ہے کہ یہاں نماز باجماعت کے بعد ذکر مراد ہے۔

بہر تقدیر یعنی یہاں نماز کی جماعت کا ذکر مراد ہو یا نماز کی جماعت کے علاوہ کسی جماعت کا ذکر، ہمارا موقف ثابت ہے۔ کیونکہ شامی کی اسی پیش کردہ

۱ ولی الدین محمد امام: مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۹۳

۲ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام۔ اشعة اللمعات جلد نمبر ۲ ص ۱۸۰

عبارت میں 'الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل۔ او قارئ کے الفاظ بھی ہیں، جن کا ترجمہ خود مصنف شرح صحیح مسلم نے یہ فرمایا۔ الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

یعنی اگر ان کے جہر سے کسی کی نیند قرأت یا نماز میں خلل ہو تو منع ہے۔

علامہ شامی کی پیش کردہ عبارت اور اس کا صحیح مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔

اجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل او قارئ تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مساجد اور مساجد کے غیر میں یعنی مساجد کے علاوہ جماعت کا ذکر، 'مجمع کا ذکر'، گروہ کا ذکر چند آدمیوں کا ذکر، مستحب ہے مگر یہ کہ انکا جہر کسی سونے والے یا کسی نمازی یا کسی پڑھنے والے کو تشویش و پریشانی میں ڈالے۔

نمازی کو اذیت دینے کی ممانعت

عن ابی سعید قال اعتکف رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم في المسجد فسمعهم يجهرون بالقراءة
فكشف السترو وقال الا ان كلکم منا ج ربہ فلا
يؤذین بعضکم بعضا ولا يرفع بعضکم علی
بعض فی القراءة او قال فی الصلوة۔^۱

ترجمہ : حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد اقدس میں اعتکاف فرمایا تو
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلند آواز سے
قرآن پڑھتے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا اور فرمایا
خبردار بیشک تم تمام اپنے رب سے مناجات کر نیوالے ہو تو تمہارا
بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے اور نہ تمہارا بعض بعض پر قرآن
پڑھنے میں یا فرمایا نماز میں آواز بلند کرے

عن ابی حازم التمار عن البیاضی ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی الناس وهم
یصلون وقد علت اصواتهم بالقراءة فقال ان
المصلی منا ج ربہ فلینظر ما یناجیہ بہ ولا یجهر
بعضکم علی بعض بالقراءة۔^۲

ترجمہ :- حضرت ابی حازم التمار سے وہ البیاضی سے روایت کرتے ہیں کہ

۱۔ سلیمان بن اشعث امام : سنن ابوداؤد جلد اول ۱۹۵

۲۔ احمد بن حسین امام : سنن کبریٰ جلد ثالث ص ۱۱

پیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے جبکہ وہ نماز پڑھتے تھے اور انکی آوازیں قرآن کریم کے پڑھنے میں بلند ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیشک نمازی اپنے رب سے مناجات کرنیوالا ہے چاہیے وہ اس چیز کو دیکھے جس کے ساتھ اس سے مناجات کرتا ہے اور بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال
اعتکف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد
فسمعہم یجہرون بالقراءة وهو فی قبة له فکشف
المستورة وقال الا ان کلکم یناجی ربه فلا یؤذین
بعضکم علی بعض ولا یرفعن بعضکم علی بعض
فی القراءة فی الصلوة۔^۱

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد اقدس میں اعتکاف فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلند آواز سے قرآن پڑھتے سنا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبہ (گول خیمہ) میں تشریف فرما تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اگایا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ اٹھایا اور فرمایا خبردار! پیشک

تم تمام اپنے رب سے مناجات کرتے ہو تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز
اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں ہر
گز آواز بلند نہ کرے۔

نمازی اپنے رب سے مناجات کر نیوالا، راز کہنے والا ہے تو جب کوئی
اس کے پاس بلند آواز سے پڑھے گا نماز میں یا نماز کے علاوہ تو وہ اس کے اور اس کے
رب کے درمیان مناجات کرنے، راز کہنے متوجہ ہونے میں رکاوٹ ڈالنے والا
خلل ڈالنے والا، توجہ ہٹانے والا ہو گا تو اس سے زیادہ اذیت دینے والا اور نقصان
پہنچانے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ کیونکہ بندے کی خلقت کا اصل مقصود اپنے
رب کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنا ہے چونکہ حضور رحمتہ
للعلین صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن مبارک بھی یہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کو ان کے رب تعالیٰ سے ملانے اور ان کا
تعلق اللہ رب العلیین جل جلالہ کے ساتھ جوڑنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔
اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الا حرف تنبیہ اور ان حرف تحقیق کے
ساتھ فرمایا الا ان کلکم مناج ربہ خبردار آگاہ ہو جاؤ غور سے سنو بیشک تم تمام
اپنے رب سے مناجات کر نیوالے ہو پھر مؤکد بنون ثقیلہ فرمایا:

فلا يؤذین بعضکم بعضاً

تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے

پھر اس کا واضح بیان فرمایا:

فلا یرفع بعضکم علی بعض فی القراة او فی

الصلوة

اور تمہارا بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے یا فرمایا نماز میں اور شہقی شریف کی مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے مؤکد بنون ثقیلہ فرمایا :

فلا یرفعن بعضکم علی بعض فی القراءة او فی

الصلوة

اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔

(ف) اس سے وہ لوگ سبق لیں جو کہتے ہیں کہ بندہ توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے پاس کسی کے بلند آواز سے ذکر و درود شریف و قرآن کریم پڑھنے سے اسکی نماز میں خلل نہیں آتا اس کو اذیت و تشویش نہیں ہوتی،

اسلیئے کہ ہم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ توجہ اور حضور کے ساتھ نماز پڑھنے والے نہیں ہو سکتے تو جب ان کو تاکید کے ساتھ فرمایا کہ تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے تو ہماری ان کے مقابل کیا حیثیت ہے کہ باآواز بلند پڑھنے سے ہماری نماز میں خلل نہ آئے ہمیں اذیت و تشویش نہ ہو۔

مصنف شرح صحیح مسلم اپنے قائم کردہ عنوان میں فرماتے ہیں

”یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کی بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبو قین

ہوتے تھے۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

فتح الباری شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری نووی شرح صحیح مسلم اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی مذکورہ بالا عبارات قارئین نے پڑھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد (وقت یسیر) تھوڑا وقت ذکر بالجہر فرمایا وہ بھی ذکر کے طریقے کی تعلیم کیلئے اس پر دوام نہیں فرمایا۔

اسی لیے ہماری فقہ کی کتابوں میں اس کا سنت ہونا مذکور نہیں۔ اور الائمہ الاربعہ تو اس کے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں۔ بہر حال ہم مجتہد نہیں کہ حدیث سے خود مسائل کا استنباط کریں جب فقہائے کرام کا فرمان فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ذکر بالجہر جس کے باعث نمازی کو ایذا و تشویش ہو منع ہے اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ حنفی کی کتب کے حوالے سے فرماتے ہیں۔ جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔ تو ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔

توسط و اعتدال کی قید فقہ کی کتابوں میں مذکور نہیں اور کسی ایک قول سے مذہب نہیں بنتا اور نہ ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فتووں میں مذکور ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یہی ہے۔

الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل

او قادیان

الایہ کہ ان کا جہر کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو تشویش میں ڈالے جہر خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ہو یا متوسط۔ یعنی اگر متوسط اور معتدل جہر بھی تشویش میں ڈالے اور اذیت کا موجب ہو تو وہ بھی منع ہے۔ اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے

فتوؤں میں بھی مطلق جہر کا ذکر ہے جس کا معنی آپ نے ”باواز“ فرمایا ہے ایک فتویٰ مبارک ملاحظہ فرمائیں۔

درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جب کہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محظور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے۔ لسانی الحدیث خیر الذکر الخفی! بہتر ذکر ذکر خفی ہے۔

ایک قول پر اجماع کیسے مان لیا گیا؟

ردالمحتار شامی سے نقل کردہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول

اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر

الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش

جہرہم علی نائم اور مصل او قارئ الخ

سے جماعت کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کے استحباب پر تمام متقدمین و متاخرین علما

کا اجماع مان لیا گیا۔ حالانکہ شامی میں اس قول مذکور کے متصلا ما قبل حرام و

جائز کا قول بھی مذکور ہے۔ مصنف شرح صحیح مسلم نے خود اپنی شرح صحیح مسلم

میں عینی سے فرض نماز کے بعد ذکر بالجہر کے استحباب پر بعض متقدمین کا استدلال

نقل فرمایا۔ اور اس استدلال کے متصلا بعد اسی عینی میں مذکور ہے۔ کہ متاخرین

میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد اس کے استحباب کا قائل ہے۔ اور الانمۃ الاربعۃ

اور ان کے مقلدین اور ان کی علاوہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس کے عدم استحباب پر متفق

ہیں اس طرح نووی شرح مسلم میں بعض متقدمین کا نماز کے بعد ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے غیر کا عدم استحباب پر اتفاق مذکور ہے۔ یعنی اور نووی کی پوری عبارتیں مع ترجمہ شروع میں ذکر کی جا چکی ہیں۔ توجب استحباب کے قائل بعض متقدمین ہیں اور متاخرین میں سے صرف ابن حزم غیر مقلد اور ہمارے چاروں ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے مقلدین اور ان کے غیر عدم استحباب پر متفق ہیں۔ توجماعت کے ساتھ ذکر بالجہر کے استحباب پر اجماع کیسے مان لیا گیا؟

علامہ شامی علیہ الرحمہ کی پوری عبارت جو شامی الجزء الاول مطلب فی رفع الصوت بالذکر میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیں۔ جو حصہ عبارت ”دلیل کے طور پر“ پیش کیا گیا ہے اس پر خط کھینچ دیا گیا ہے۔

قوله ورفع صوت بذكره اقول اضطرب كلام
صاحب البزازية في ذلك فتارة قال انه حرام
وتارة قال انه جائز وفي الفتاوى الخيرية من
الکراهية والاستحسان جاء في الحديث ما اقتضى
طلب الجهرية نحو وان ذكرني في ملاء ذكرته في
ملا خير منهم رواه الشيخان وهناك احاديث
اقتضت طلب الاسرار والجمع بينهما بان ذلك
يختلف باختلاف الاشخاص والاحوال كما جمع
بذلك بين احاديث الجهر والاخفاء بالقراءة ولا

يعارض ذلك حديث خير الذكر الخفي لانه حيث
 خيف الرياء اوتاذى المصلين اوالنيام فان خلا
 مما ذكر فقال بعض اهل العلم ان الجهر افضل
 لانه اكثر عمل ولتعدى فائدته الى السامعين
 ويوقظ قلب الذاكر فيجمع همه الى الفكر ويصرف
 سمعه اليه ويطرد بالنوم ويزيد النشاط وفي
حاشية الحموى عن الامام الشعرانى اجمع العلماء
سلفاً و خلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى
المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على
 نائم او مصل او قارى. الخ.

ترجمہ : میں کہتا ہوں کہ صاحب بزاز یہ کلام اس میں مضطرب ہے کبھی تو وہ
 کہتے ہیں کہ حرام ہے اور کبھی کہتے ہیں جائز ہے۔ اور فتاویٰ خیر یہ میں
 کراہت و استحسان سے حدیث میں جو آیا وہ طلب جہر کا تقاضا کرتا
 ہے۔ جیسے اگر میرا بندہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرے تو میں اس کا
 ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں۔ اس کو امام بخاری امام مسلم
 رحمہما اللہ تعالیٰ نے روایت کیا۔ وہاں وہ احادیث ہیں جو طلب
 الاسرار کا تقاضا کرتی ہیں اور ان دونوں کے درمیان تطبیق اس
 طرح ہوگی کہ یہ اشخاص اور احوال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا

ہے جیسا کہ اسی کے ساتھ تطبیق دی گئی۔ قرأت جہر و اخفا کی حدیثوں کے درمیان اور یہ خیر الذکر الخفی کی حدیث کے معارض نہیں کیونکہ وہ اس جگہ ہے جہاں دکھلاوے کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف پہنچنے کا پس اگر ان مذکورہ چیزوں سے خالی ہو تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جہر افضل، کیونکہ یہ عمل کے لحاظ سے اکثر ہے اور اسلئے کہ اس کا فائدہ سننے والوں تک پہنچتا ہے۔ اور ذکر کرنے والے کے دل کو بیدار کرتا ہے۔ پس اس کی ہمت کو فکر کی طرف جمع کرتا ہے۔ اور اس کے کان کو ذکر کی طرف پھیر دیتا ہے اور نیند کو بھگا دیتا ہے اور نشاط (خوشی) کو بڑھاتا ہے اور حاشیہ حموی میں ہے کہ امام شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ متقدمین و متاخرین علماء کا اجماع ہے کہ مساجد اور غیر مساجد میں جماعت کا ذکر مستحب ہے مگر یہ کہ ان کا جہر کسی سونے والے کو یا نماز پڑھنے والے یا قرآن پڑھنے والے کو تشویش میں ڈالے۔

مصنف جاء الحق کے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کے ثبوت میں پیش کردہ دلائل

مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ :

"كان رسول الله صلى عليه وسلم اذا سلم من صلوٰة يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له" ۱

ترجمہ : حضور علیہ السلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے :

لا اله الا الله وحده لا شريك له۔

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے :

عن ابن عباس قال كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير^١

ترجمہ : حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور علیہ السلام کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔ یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بوجہ صغر سنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔ لمعات میں اس حدیث کے تحت ہے۔

ان ابن عباس كان لم يحضر الجماعة لانه كان صغيرا ممن لا يواظب على ذلك.^٢

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بچے تھے اس لیے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں انہی

١ ولی الدین محمد امام : مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۸

٢ ولی الدین محمد امام : مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۸

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ۔

ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد النبي صلى الله عليه وسلم. یعنی فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں مروج تھا۔^۱

اس کے بعد لکھتے ہیں: شامی جلد اول مطلب فی احکام المسجد سے متصل ہے

اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد الآن یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ۔

ترجمہ: متقدمین و متاخرین علماء کرام نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔^۲

(یعنی ان کے جہر سے کسی سونے والے یا کسی نمازی یا کسی قاری کو پریشانی ہو تو منع ہے)۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

احادیث مبارکہ روایت کردہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جو نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے

۱ احمد یار خاں، مفتی: جاء الحق، ص ۳۴۵

۲ احمد یار خاں نعیمی، مفتی: جاء الحق، ص ۳۴۷

کے اثبات میں پیش کی گئیں، ان کی وضاحت ہو چکی ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ بعد نماز جو بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں ان سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ نماز بھولتے ہیں لہذا ناجائز ہے؟

مصنف جاء الحق کا جواب فقہاء جو فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو منع ہے اس کا مقصد ظاہر ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو یہ منع ہے۔ نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا۔ تو اپنی نماز کے حیلے سے سب کو خاموش کرتا پھرے۔ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے لہذا اے نمازیو! قرآن یاد کرنے والو! اے واعظو! تم سب خاموش ہو جاؤ“

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت ملاحظہ ہو

فقہائے کرام کے فرمان کا یہ خود ساختہ مقصد فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں فقہائے کا یہ فرمان ان قیدوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے مصنف جاء الحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر کے مستحب ہونے کے ثبوت میں شامی کی جو مذکورہ بالا عبارت پیش فرمائی ہے۔ اس کا ترجمہ جو انہوں نے خود فرمایا..... مگر یہ کہ اس جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو، اس ترجمہ سے بھی ظاہر ہے۔ کہ چاہے جماعت کے وقت نماز پڑھتا ہو یا جماعت ہو چکنے کے بعد بلکہ

جماعت کے وقت سے پہلے اس کے پاس ذکر بالجہر منع ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ کے مذکورہ فتاویٰ مبارکہ سے دو فتوے ملاحظہ فرمائیں۔ اور دیکھیں کہ اس میں یہ قیدیں مذکور ہیں کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہوں۔

پہلا فتویٰ :

الجواب : جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باواز پڑھنے سے اسکی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔ مسجد میں جب اکیلا تھا اور باواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔^۱

دوسرا فتویٰ : الجواب۔ مکرّمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جب کہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ ہو۔ اگر کوئی محذور نہ موجود ہونہ مظنون تو عندا تحقیق کوئی حرج نہیں۔ تاہم اخفا افضل ہے

لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی

بہتر ذکر خفی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔^۲

نیز مصنف جاء الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس خود ساختہ مقصد کے مطابق

۱۔ احمد رضا خاں بریلوی امام : فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۶۱۹

۲۔ احمد رضا خاں بریلوی امام : فتاویٰ رضویہ جلد ثالث ص ۱۰۶

بھی' (کہ جماعت کے وقت نماز پڑھنے والوں کے پاس ذکر بالجہر منع ہے۔ بعد میں آنے والے نمازیوں کے پاس منع نہیں) سلام کے فوراً بعد ذکر بالجہر منع ہونا چاہئے۔ جبکہ بعض جماعت میں شامل ہونے والے نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہوں۔ کیونکہ وہ نمازی جو جماعت میں شامل تھے اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھ رہے ہیں۔ وہ تو جماعت کے وقت جماعت کی نماز کو مکمل کر رہے ہیں۔ اُنکے پاس بلند آواز سے ذکر کیوں کیا جاتا ہے۔ اور یہ فرمانا نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا تو اپنی نماز کے حیلے سب کو خاموش کرتا پھرے کہ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے۔

لنذالے نمازیو اے قرآن یاد کرنیوالو واعظو تم سب خاموش ہو جاؤ!

ایک مفروضہ ہے جو قائم کیا گیا قارئین کرام کیا آپ نے کبھی دیکھا کہ کسی تارک الجماعت شخص نے آکر کہا ہو مجھے نماز پڑھنا لہذا اے نمازیو اے قرآن یاد کرنیوالو اے واعظو تم سب خاموش ہو جاؤ۔

یقیناً کوئی نہیں کہتا بلکہ اگر کوئی نمازی بعد میں آئے تو وہ ایک طرف کچھ فاصلے پر نماز پڑھ لیتا ہے۔ شامی کی مذکورہ بالا عبارت کا صحیح مفہوم بیان ہو چکا ہے۔

پمفلٹ ”اذان و نماز کے بعد ذکر و رُود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ“ کے مؤلف

”بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان“

کا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

”نیز نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھنا بھی شرعاً جائز ہے۔ اور احادیث

مبارکہ سے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا ثابت ہے۔

صحیح مسلم و بخاری میں ذکر بعد نماز کے زیر عنوان مذکور ہے۔

ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من

المكتوبة كان على عهد النبي صلى الله عليه

وسلم وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ کنت اعلم

إذا انصرفوا بذلك إذا سمعته^۱

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری زمانہ میں فرض نماز کے بعد بلند آواز سے

ذکر ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب میں اس ذکر کو سنتا تھا تو

معلوم کر لیتا تھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس اپنے بچپن

کی وجہ سے چونکہ گھر میں ہوتے تھے اسلئے ذکر پاک کی آواز اپنے گھر میں سن لیتے

تھے اور معلوم کر لیتے تھے کہ اب نماز ختم ہو گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے

بعد بلند آواز سے ذکر کرنا اور مل کر پڑھنا جائز و ثابت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت نقل فرمایا ہے فیہ دلیل علیٰ

جواز الجهر بالذکر عقب الصلوٰۃ یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نماز کے بعد بلند

آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ امام نووی نے بھی شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کی

تحت بعض سلف سے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب نقل فرمایا ہے۔

۱ مسلم بن حجاج امام: صحیح مسلم جلد اول ص ۲۱۷

۲ ابو داؤد صادق صاحب: مولانا: اذان و نماز کے بعد ذکر و درود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ ص ۱

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے فرماتے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد
وهو على كل شئ قدير الخ۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت ملاحظہ ہو

احادیث مبارکہ روایت کردہ حضرت ابن عباس و حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم جو نماز کے بعد مل کر بلند آواز سے ذکر کرنے کے اثبات میں پیش کی گئیں ان کی وضاحت ہو چکی احادیث مبارکہ کے بعد فقہ حنفی کی مشہور کتاب ردالمحتار شرح در مختار صفحہ ۲۸۷ جلد ۱ میں حضرت سیدنا امام شعرانی علیہ الرحمۃ سے نقل فرمایا۔

اجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر
الجماعة فی المساجد وغیرہا۔

یہاں تک ہی عبارت نقل فرمائی اور حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ کا پورا قول مبارک نقل نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ الفاظ چھوڑ دیے۔

الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل او قاری۔

مگر ترجمہ پوری عبارت کا اس طرح فرمادیا یعنی علماء سلف و خلف کا اجماع ہے کہ مساجد میں جماعت کامل کر ذکر کرنا مستحب ہے مگر سویا ہوا ہو یا پہلے سے نماز یا قرآن پڑھ رہا ہو تو اسے تشویش میں نہ ڈالیں یعنی پہلے سے نماز یا قرآن پڑھنے

۱۔ ابوداؤد صادق صاحب مولانا: اذان و نماز کے بعد ذکر و درود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ ص ۱

والے کو تشویش میں نہ ڈالیں بعد میں آنے والے نمازی یا قاری کو تشویش میں ڈالنا جائز ہے منع نہیں۔

اولاً اگر مولف پمفلٹ مذکور حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا قول مبارک کا صحیح ترجمہ فرمادیتے جس طرح کہ ناظم او مصل او قاری کا صحیح ترجمہ ہونا چاہیے۔ کوئی سونے والا کوئی نماز پڑھنے والا کوئی قرآن پڑھنے والا کسی سونے والے یا کسی نمازی یا کسی قاری کو تشویش میں نہ ڈالیں کیونکہ ان تینوں اسماء میں سے ہر ایک اسم فاعل اور نکرہ ہے۔ اور اسم فاعل کو بغیر کسی قرینہ کے کسی ایک خاص زمانہ یا حالت کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اور جس طرح کہ مصنف جاء الحق علیہ الرحمۃ اور مصنف شرح صحیح مسلم نے صحیح ترجمہ فرمایا۔

حضرت مؤلف جاء الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ 'مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔ اور مولف شرح صحیح مسلم۔ صاحب کا ترجمہ۔ الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔ تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں فقہ کی کسی کتاب میں "پہلے سے" کی قید نہیں کہ پہلے سے نماز یا قرآن پڑھنے والے کو تشویش میں ڈالنا منع ہے بعد میں آنے والے نمازی کو تشویش میں ڈالنا جائز ہے منع نہیں۔ اور نہ ہی

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ میں یہ قید مذکور ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو فتوے ملاحظہ فرمائیں

آیا ان میں پہلے سے کی قید مذکور ہے؟ کہ پہلے سے نماز یا قرآن پڑھ رہا ہو

تو اسکے پاس بلند آواز سے پڑھنا منع ہے۔

پہلا فتویٰ:

الجواب: جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔ مسجد میں جب اکیلا تھا اور باواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غور طلب عبارت مسجد میں جب اکیلا تھا اور باواز پڑھ رہا تھا۔ جس وقت کوئی شخص نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔

دوسرا فتویٰ:

الجواب۔ مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کو ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ۔ اور اگر کوئی محظور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عندا لتحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے

لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس مبارک فتویٰ کو بار بار پڑھیں اور غور فرمائیں۔ کہ اس میں ”پہلے سے“ کی قید موجود ہے؟ کہ پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو تو اسے تشویش میں نہ ڈالیں۔ جو قید ترجمہ میں ہی لگادی گئی ہے۔ اس مبارک فتویٰ میں تو یہ ہے کہ باواز نہ پڑھا

۱۔ احمد رضا بریلوی امام فقہی رضویہ جلد ثالث ص ۶۱۹

۲۔ احمد رضا بریلوی امام فقہی رضویہ جلد ثالث ص ۱۰۶

جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو چاہے پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو یا اب پڑھتا ہو۔

اس ترجمہ کے مطابق بھی امام کے سلام کے فوراً بعد ذکر بالجھر منع ہونا چاہیے جبکہ جماعت میں شامل ہو نیوالے بعض نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہوں کیونکہ وہ نمازی جو جماعت میں شامل تھے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھ رہے ہوں وہ تو ذکر شروع ہونے سے پہلے کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسلیئے کہ ذکر بالجھر تو امام کے سلام کے بعد شروع ہوا اور وہ نمازی تو سلام امام سے پہلے سے جماعت میں شامل ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ ذکر بالجھر کرنے والوں نے پہلے سے نماز پڑھنے والوں کو تشویش و پریشانی میں ڈالا اور انکی نمازوں میں خلل ڈالا۔ ثانیاً حضرت امام شعرانی علیہ الرحمۃ کے اس پیش کردہ قول مبارک میں فی المساجد وغیرہا کے الفاظ ہیں جن کا معنی یہ ہے کہ مساجد میں اور مساجد کے غیر میں یعنی مساجد کے علاوہ جماعت کا ذکر مستحب ہے اور حضرت مولف پمفلٹ نے ترجمہ فرمایا کہ مساجد میں جماعت کا ملکر ذکر کرنا مستحب ہے۔ وغیرہا کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہاں نماز کی جماعت کا ہی ذکر مراد ہے۔ کیونکہ نماز کی جماعت اکثر مساجد میں ہوتی ہے مساجد کے غیر میں یعنی مساجد کے علاوہ نہیں ہوتی۔ اور ترجمہ میں یہ الفاظ (مل کر) بھی اپنی طرف سے شاید اس لئے زیادہ فرمائے کہ مل کر ذکر کرنے میں آواز زیادہ بلند ہو اور نمازیوں کی نماز میں خلل ضرور آئے۔

نوٹ : حضرت مصنف جہاں الحق رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شرح صحیح مسلم

صاحبان نے جو ترجمہ فرمایا اس میں مل کر ذکر کرنا کرنے کی الفاظ نہیں اور معلوم نہیں مل کر ذکر کرنا کس لفظ کا معنی فرمایا طلباء ضرور غرور فرمائیں۔

وضاحت کیلئے کتب اسول فقہ سے المفسر کی تعریف
اور اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں

المفسر: ماظهر المراد به من اللفظ ببيان من قبل المتكلم بحيث لا يبقى معه احتمال التاويل والتخصيص مثاله في قوله تعالى فسجد الملائكة كلهم اجمعون ۵ فاسم الملائكة ظاهر في العموم اي سجود الملائكة الا ان احتمال التخصيص قائم اي سجود بعض الملائكة فانسد باب التخصيص بقوله كلهم ثم بقي احتمال التاويل بان سجدوا متفرقين او مجتمعين فانسد باب التاويل بقوله اجمعون ۵

مفسر وہ ہے جس کی مراد لفظ سے ظاہر ہو۔ متکلم کی طرف سے بیان کے ساتھ اس حیثیت سے کہ اس کے ساتھ تاویل و تخصیص کا احتمال باقی نہ رہے اسکی مثال اللہ تعالیٰ کے اس قول میں فسجد الملائكة كلهم اجمعون ۵ پس اسم الملائكة عموم میں ظاہر ہے یعنی سجود مملکت میں مگر تخصیص کا احتمال باقی ہے یعنی بعض فرشتوں کے سجدہ کرنے کا تو تخصیص کا احتمال اللہ تعالیٰ کے قول کلہم کے ساتھ

ختم ہوا۔ کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ کوئی فرشتہ سجدہ کرنے کی بغیر نہ رہا پھر تاویل کا احتمال باقی تھا کہ فرشتوں نے متفرقہ طور پر سجدہ کیا یا مجتمعہ طور پر تو تاویل کا دروازہ اللہ تعالیٰ کے قول اجمعون سے بند ہوا۔ کہ تمام فرشتوں نے اجتماعی طور پر سجدہ کیا۔ مل کر سجدہ کیا ایک ساتھ سجدہ کیا اس طرح لفظ ذکر الجماعۃ جماعت کے ذکر میں ظاہر ہے مگر تخصیص اور تاویل کا احتمال باقی ہے یعنی بعض جماعت کے ذکر اور کل جماعت کے ذکر اور کل جماعت کے متفرقہ طور پر ذکر اور مجتمعہ طور پر ذکر کا جو کلہا اور جمعۃ یا جمعاً وغیرہن کے الفاظ سے ختم ہو سکتا ہے یہاں جمعۃ یا جمعاً وغیرہما کا لفظ نہیں جس کا معنی مجتمعہ طور پر ذکر کرنا اجتماعی طور پر ذکر کرنا مل کر ذکر کرنا کیا جائے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

لیس علیکم جناح ان تاكلوا جميعا او اشتاتا۔

تم پر کوئی الزام نہیں کہ ملکر کھاؤ یا الگ الگ

یعنی مل کر (کھانا) جمعاً کا معنی ہے اور الگ الگ (کھانا) اشتاتاً کا معنی۔ اور ان دونوں کے بغیر دونوں احتمال ہیں۔ مل کر کا بھی اور الگ الگ کا بھی۔ اور ترجمہ میں یہ الفاظ بھی اپنی طرف سے شاید اسی لیے زیادہ فرمائے کہ ملکر ذکر کرنے میں آواز زیادہ ہو اور نمازیوں کی نماز میں خلل ضرور آئے۔

نوٹ: حضرت مؤلف جَاءَ الْحَقُّ صَاحِبِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى اور حضرت مصنف شرح صحیح مسلم صاحب نے جو ترجمہ فرمایا اس میں مل کر ذکر کرنے کے الفاظ نہیں۔ رد المحتار شرح در مختار شامی سے نقل کردہ حضرت امام شعرانی علیہ الرحمہ کا قول

مبارک اور اس کا صحیح مفہوم بیان کر دیا گیا ہے۔

کتاب ”رشد الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن“ کے مولف نے یہ عنوان قائم فرمایا:

”نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت۔ اور اس کے اثبات میں

دو آیتیں اور تین احادیث مبارکہ پیش فرمائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(1) ”فانکر واللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکراً۔“

تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے

زیادہ۔ (کنز الایمان)

(2) فاذا قضیتم الصلوۃ فانکروا اللہ

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو (فوراً) اللہ کی یاد کرو (ذکر کرو) (کنز الایمان)

لہذا فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف یاد رو دیا پاک پڑھنا جائز

بلکہ بہتر ہے۔ یہ آیت اس کا ماخذ ہے۔“

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

آیت نمبر 1۔ اس آیت مبارکہ فاذا قضیتم الصلوۃ فانکروا اللہ کذکرکم الخ میں بلند آواز سے ذکر

کرنے کا حکم (ثبوت) ہے۔ مگر نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت نہیں

تو یہ آیت مبارکہ قائم کردہ عنوان کے مطابق نہ ہوئی۔ کیونکہ عنوان مذکور تو یہ ہے

(نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت)

اگر اس آیت مبارکہ کے شروع کے الفاظ مبارکہ لکھ دیتے جن الفاظ کو

قصداً چھوڑ دیا گیا۔ تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا کہ یہاں نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد نہیں بلکہ مناسک حج پورا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد ہے۔ کیونکہ آیت کے شروع کے الفاظ کے بغیر اس کا موقع محل معلوم نہیں ہوتا اس آیت مبارکہ کو اس کے شروع کے الفاظ کے ساتھ مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

فاذا قضیت مناسککم فانکروا اللہ کذکرکم آباءکم

اواشد ذکراً

ترجمہ : پھر جب اپنی حج کے کام پورے کر چکو (مناسک حج پورے کر چکو)

تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے

زیادہ (کنز الایمان)

اور مؤلف رشد الایمان اس آیت مبارکہ سے نماز کے بعد بلند آواز سے

ذکر کرنا ثابت فرما رہے ہیں اور اس آیت مبارکہ کے شان نزول سے بھی ظاہر ہے

کہ یہاں مناسک حج پورا کرنے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مراد ہے۔ شان نزول

’زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل

بیان کیا کرتے تھے اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت و خود نمائی کی بے کار باتیں ہیں

جائے اس کے ذوق و شوق کیساتھ ذکر الہی کرو۔

آیت نمبر ۲ : اس آیت مبارکہ میں نماز کے بعد مطلق ذکر کرنے کا حکم (ثبوت)

ہے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم (ثبوت) نہیں۔ تو یہ آیت مبارکہ بھی

۱۔ عبدالرشید مولوی : رشد الایمان ص ۲۲۶

۲۔ سید نعیم الدین مراد آبادی ’علاہہ‘ تفسیر خزائن العرفان ص ۳۵

قائم کردہ عنوان کے مطابق نہیں کیونکہ قائم کردہ عنوان تو یہ ہے۔

(نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت)

پھر نتیجتاً بیان فرمایا) لہذا فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف یاد رود پاک پڑھنا جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔^۱

حالانکہ یہ دعویٰ ان دونوں آیتوں سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ مذکور ہو اور احادیث مبارکہ روایت کردہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی وضاحت ہو چکی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث مبارکہ کے بارے

بندہ مولف کی مزید وضاحت : حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام فرماتے تو باآواز بلند پڑھتے :

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله

الحمد وهو على كل شئى قدير لا حول ولا قوة الا

بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله

الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين

له الدين ولو كره الكافرون

اور حضرت مولف رشد الايمان فرماتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں :

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم

من صلواته يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله

وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على

كل شئى قدير الخ

رسول ﷺ جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے :

لا اله الا الله الخ

لذا فرض نماز کے بعد فوراً بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

مولف رشد الايمان کے عجیب و غریب استدلال کی وضاحت

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام

پھیرتے تو بلند آواز سے پڑھتے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو

على كل شئى قدير الخ۔

یہاں تک دعا نقل فرمائی۔ باقی یہ الفاظ مبارکہ چھوڑ دیئے۔

لا حول ولا قوة الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا اياه له
النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله
مخلصين له الدين ولو كره الكافرون -

اور مؤلف رشد الایمان نے ترجمہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے۔ لا اله الا الله الخ تاکہ عام
قارئین جو ترجمہ ہی دیکھتے ہیں۔ عربی نہیں سمجھتے وہ سمجھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف لا اله الا الله محمد رسول
الله پڑھتے تھے کیونکہ لا اله الا الله الخ سے پورا کلمہ مراد ہوتا ہے۔
جیسے کہ حدیث مبارکہ :

من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة سے پورا کلمہ
مراد ہے۔ اور الحمد پڑھنے سے پوری سورۃ فاتحہ شریف کا پڑھنا مراد ہوتا ہے۔ اور
قل هو اللہ پڑھنے سے پوری سورۃ سورۃ اخلاص کا پڑھنا
یہ محض الزام اور بدگمانی نہیں بلکہ حقیقت ہے اس کا ثبوت وہ خود پیش فرما رہے
ہیں فرماتے ہیں۔

لذا فرض نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ چونکہ ان حضرات نے نماز کے بعد کلمہ شریف
لا اله الا الله محمد رسول اللہ بلند آواز سے پڑھنا اپنا معمول بنا لیا ہے اسلئے

اس حدیث مبارکہ سے بھی اپنا معمول ہی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور اپنے اس معمولِ مروج کو سنت فرما رہے ہیں۔

معلوم نہیں مؤلف رشد الایمان نے اس معمولِ مروج کا سنت ہونا کس کتاب میں پڑھا ہے۔ فقہ کی کسی کتاب میں تو سنت نہیں لکھا۔

حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تو نماز کے بعد مطلق ذکر باواز بلند کے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں بلکہ مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں اور اس مذکورہ بالا پوری دعا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کی بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے اور جس کا پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے۔ ولو کرہ الکافرون ۵ تک اس کے بارے کچھ نہیں لکھا کہ مستحب ہے یا سنت۔ ہمیشہ پڑھتے رہے یا تھوڑا وقت۔

موجودہ دور میں اس موضوع پر شائع ہونے والی کتابوں میں اپنا معمول مروج ہی ثابت کیا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دعا پابند جماعت نمازیوں کو بھی یاد نہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اور نہ ہی اس دعا کا پڑھنا مروج ہے۔ اگر اس دعا مبارکہ کے بارے میں بھی بتایا جاتا جس طرح کلمہ شریف اور درود شریف کے بارے میں بتایا جا رہا ہے تو لوگ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے ان الفاظ مبارکہ کو پڑھنے کی سعادت و شرف بھی حاصل کرتے۔

مزید وضاحت :

بلاشک و شبہ کلمہ شریف بھی ذکر ہے درود شریف بھی ذکر اور کلمہ

شریف اور درود شریف نماز کے بعد اور اس کے علاوہ بلند آواز سے پڑھنا جائز و مشروع باعث برکت و نزول رحمت و باعث اجر و ثواب جبکہ بلند آواز سے پڑھنے کیساتھ کسی نمازی یا قاری یا سونے والے یا مریض و غیر ہم کو خلل اندازی و پریشانی و اذیت نہ ہو۔ مگر اس حدیث شریف کو ذکر کر کے اس حدیث کے تحت یہ فرمانا صحیح نہیں۔ کہ

لذا فرض نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ اس حدیث شریف سے تو مذکورہ بالا پوری دعا و لو کرہ الکافرون تک کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ بھی صرف امام کیلئے نہ کہ مقتدیوں کیلئے بھی۔

حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ پر شدت کی انتہا اور بدگمانی اور فقہی مسئلہ کا خود ساختہ مطلب (جو فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا یہ مطلب بیان فرمایا) اور مفروضے قائم کر کے نمازی کے پاس باواز پڑھنے کو جائز قرار دینے کی کوشش

پمفلٹ بعنوان ”اذان و نماز کے بعد ذکر و درود اور انگوٹھے چومنے کا مسئلہ“ اور اشتہار بعنوان: بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان“ پمفلٹ ص ۷-۸ ”عام طور پر یہ مشہور ہے کہ کسی نمازی کے پاس بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیے۔“

اور بعض لوگ جو عموماً نماز باجماعت کے بعد آتے ہیں۔ یا ایسے لوگوں کی

حمایت کرتے ہیں یا دل میں کچھ بد عقیدگی وغیرہ رکھتے ہیں اس مسئلہ کی آڑ لیکر مساجد میں نماز کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس کو روکنا چاہتے ہیں۔^۱ حالانکہ چاہئے یہ کہ وہ لوگ خود وقت پر آئیں حکم شریعت کے مطابق نماز باجماعت ادا کریں اور اس کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مل کر بارگاہ رسالت میں صلوة و سلام پیش کریں مگر اس کے برعکس وہ ایک تو جماعت ترک کرتے ہیں کیونکہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب لوگ سنت کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف اور درود شریف پڑھیں یا قرآن پاک کا درس یا کوئی دینی جلسہ منعقد ہو یا بقر عید کے ایام میں بعد نماز تکبیریں پڑھی جائیں یا نماز کے بعد طواف شروع ہو تو ایک دو تارک الجماعۃ آکر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ لہذا تم یہ ذکر وغیرہ کا سلسلہ بند کر دو ہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز کا وقت ہو اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا کسی جگہ پہلے سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اس صورت میں کوئی شخص بعد میں آکر اس کے پاس بلند آواز سے پڑھے۔ بہر حال کسی تارک جماعت کی خاطر جماعت کے بعد ایک معقول باقاعدہ طریقہ سے ذکر خیر کو روکنے کی بجائے ایسے شخص کو تنبیہ کی جائے کہ وقت پر جماعت میں شریک ہوں اور ذکر پاک کی مجلس میں شامل ہو کر سعادت سے بہرہ ور ہوں اور اگر کبھی جماعت سے رہ جائے تو ذرا الگ ہو کر زیادہ توجہ کیساتھ نماز پڑھ لے۔ لیکن ذکر پاک کے روکنے کا وبال ہرگز اپنے سر نہ لے۔ کیونکہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عہد رسالت سے آج تک مسلمانوں میں جائز و معمول ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم“^۲

۱۔ ابو داؤد محمد صادق مولانا: اذان و نماز کے بعد ذکر و درود کا مسئلہ ص ۷

۲۔ ابو داؤد محمد صادق مولانا: اشتہار بعنوان بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان کالم نمبر ۳

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت :

ایک مشہور فقہی مسئلہ کو کہ نمازی کے پاس بلند آواز سے پڑھنا جس سے اس کی نماز میں خلل واقع ہو منع ہے۔ یہ کہنا کہ عام طور پر مشہور ہے کہ کسی نمازی کے پاس بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہئے۔ کتنا بڑا مغالطہ اور فقہی مسئلہ کی اہمیت کو ختم کرنے کی کوشش ہے اگر یہ فقہی مسئلہ نہیں تو اس کا مطلب بیان کرنے کا کیا مطلب؟۔ پھر اس کا خود ساختہ مطلب یہ بیان کرنا کہ جب نماز کا وقت ہو اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا کسی جگہ پہلے سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اس صورت میں کوئی شخص بعد میں آکر اس کے پاس بلند آواز سے پڑھے یہ نہ چاہئے۔ یہ خود ساختہ مطلب اتنی قیدوں کے ساتھ فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ میں اس مسئلہ کا یہ مطلب بیان فرمایا گیا ہے۔ اس خود ساختہ مطلب کے مطابق جو نمازی جماعت میں شامل ہوئے امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہیں وہ تو نماز کے وقت نماز میں مشغول ہیں۔ ان کے پاس تو بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ اس پر بھی عمل نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ اور بعض لوگ جو عموماً نماز باجماعت کے بعد آتے ہیں یا ایسے لوگوں کی حمایت کرتے ہیں یا دل میں کوئی بد عقیدگی وغیرہ رکھتے ہیں (سخت بدگمانی) پھر یہ کہنا کہ اس مسئلہ کی آڑ لیکر مساجد میں نماز کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس کو روکنا چاہتے ہیں (بدگمانی) اگر واقعی یہ مسئلہ ہے جیسا کہ مؤلف پمفلٹ مذکورہ خود فرما رہے ہیں تو کوئی آڑ لے یا نہ لے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ پھر یہ کہنا اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں۔ کہ

جب لوگ سنت کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف اور درود شریف پڑھیں یا قرآن پاک کا درس ہو یا کوئی دینی جلسہ منعقد ہو یا بقر عید کے ایام میں بعد نماز تکبیریں پڑھی جائیں۔ یا نماز کے بعد طواف شروع ہو تو ایک یا دو تارک الجماعت آکر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہذا تم یہ ذکر وغیرہ کا سلسلہ بند کر دو (من گھڑت مفروضہ)

قارئین کرام کیا آپ نے کبھی دیکھا؟ کہ ایک یا دو تارک الجماعت آکر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہذا تم ذکر و درود و تکبیرات تشریح۔ درس قرآن یا دینی جلسہ بند کر دو یقیناً آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ کیونکہ مساجد میں نماز کے بعد مروجہ بلند آواز سے ذکر و درود پاک و تکبیرات تشریح ایک یا آدھ منٹ ہوتا ہے اس کے بعد بلند آواز سے کوئی ذکر کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو یہ ایک یا دو تارک الجماعت کس کو کہیں گے کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہذا تم ذکر و درود شریف وغیرہ کا سلسلہ بند کر دو ایسے ہی قرآن پاک کا درس ہو یا کوئی دینی جلسہ منعقد ہو تو بھی کبھی کسی نے نہیں کہا کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہذا تم دینی جلسہ یا درس قرآن بند کر دو بلکہ قرآن پاک کا درس ہو رہا ہو یا دینی جلسہ منعقد ہو۔ تو اس وقت اگر کوئی نمازی مسجد میں آتا ہے تو کچھ فاصلہ پر ایک طرف ہو کر نماز پڑھ لیتا ہے۔

اور پابند جماعت نمازی بھی کبھی کسی عذر کی وجہ سے جماعت سے رہ جاتے ہیں بعد میں آکر نماز پڑھتے ہیں یا پہلی رکعت نہیں ملتی دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت میں شامل ہوتے ہیں اور امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں ان پر تارک الجماعت کا الزام لگا کر ان کے پاس باواز بلند

ذکر و درود شریف کو جائز قرار دینا کتنی بڑی زیادتی، شدت، اور شرعی مسئلہ، کو بدلنا ہے مسئلہ تو یہ ہے کہ تارک الجماعت بھی اگر نماز پڑھتا ہو تو اس کے پاس بھی باواز بلند پڑھنا جائز نہیں، نہ چاہئے اور ذکر شروع ہونے کے بعد آنے والے نمازیوں کے علاوہ جو نمازی جماعت میں شامل تھے اور امام کے سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس مسئلہ کے خود ساختہ مطلب کے مطابق بھی ان کے پاس بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ تو ذکر شروع ہونے سے پہلے کے نماز پڑھ رہے ہیں ذکر تو امام کے سلام کے بعد شروع ہوا افسوس کہ اس پر بھی عمل نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ جب لوگ سنت کے مطابق نماز باجماعت کے ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف یا درود شریف پڑھیں انہیں دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ نماز کے بعد باواز بلند ذکر کا سنت ہونا فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو اسکے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں بلکہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

مصنف ”رشد الایمان فی دورۃ الحدیث والقرآن“ کی شدت اور فقہی مسئلہ کا خود ساختہ مطلب اور بدگمانی ملاحظہ فرمائیں

مؤلف فرماتے ہیں اعتراض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے سے کئی نمازیوں کی نمازوں میں خلل آتا ہے۔ اس لئے یہ ذکر ناجائز ہے؟

جواب: جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ غلطی اسکی

ہے۔ نہ کہ ذکر کرنے والوں کی وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق

ذکر کرتے ہیں۔ خلل اس صورت میں منع ہے کہ پہلے سے کوئی

شخص نماز پڑھ رہا ہو اس کے پاس آکر بلند آواز سے ذکر کرنا شروع کر دیا جائے۔ ایک تارک الجماعت کیلئے پوری جماعت کی سنت چھڑوانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ آذان و اقامت درس و وعظ تکبیرات تشریح سے کئی لوگوں کی نمازوں میں خلل آتا ہے۔ ان کی خاطر یہ کام چھوڑ دیئے جائیں گے۔^۱“

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

حالانکہ غلطی تو اس صورت میں ہے کہ اس نے بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور اگر کسی عذر کی وجہ سے جماعت کے ساتھ نماز نہی پڑھی تو اس کی غلطی نہیں کہ عذر کی وجہ سے جماعت کا چھوڑنا جائز ہے۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں عاقل بالغ قادر پر جماعت کی مواظبت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار مستحق سزا ہے۔ اور عذر کی وجہ سے چھوڑنیوالا گنہگار نہیں۔

پاخانہ پیشاب ریاح کی حالت شدیدہ کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش ہو اور ان کے علاوہ جماعت چھوڑنے کے عذر ہیں۔^۲

حدیث شریف میں ہے :

ان عائشہ رضی اللہ عنہا انہا قالت سمعت

۱۔ مولوی محمد عبدالرشید رشد الایمان ص ۲۲۸

۲۔ امجد علی اعظمی 'صدر الشریعہ' ص بہار شریعت حصہ سوئم ص ۹۶۹

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا صلوة
بحضرة طعام ولا وهو يدافعه الا خبثان^١

ترجمہ : ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو کھانے کی موجودگی میں نماز ہوتی ہے نہ اس حالت میں کہ نمازی کو پیشاب یا پاخانہ دفع کرے یعنی بھوک کی شدت یا پیشاب پاخانہ کی حاجت کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگے تو نماز کامل نہیں ہوتی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے وہی اس کا وقت ہے مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے۔

ليس في النوم فريط انما التفريط في اليقظه۔
کہ سوتے میں (اگر نماز جاتی رہے) تو قصور نہیں قصور تو
بیداری میں ہے۔^٢ (حصہ چہارم ص ۳۴)

اور ہمیں مسلمان کے بارے حسنِ ظن رکھنے کا حکم فرمایا گیا ہے اس لیے ہمیں مسلمان کے بارہ میں یہی گمان رکھنا چاہیے کہ اس بندہ مؤمن کی جماعت کسی عذر کی وجہ سے رہ گئی ہے بغیر عذر کے نہیں۔ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ خواہ مخواہ مسلمان کے فعل کو غلط جامہ پہنائیں اور اس کو غلطی پر محمول کریں اور اگر بغیر کسی

١ مسلم بن حجاج امام: صحیح مسلم جلد نمبر ۱ ص ۲۰۸

٢ ولی الدین محمد امام: مشکوٰۃ المصابیح و مسلم جلد اول ص ۲۰۸ ص ۶۱

عذر کے جان بوجھ کر کسی نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو پھر واقعی اس کی غلطی ہے لیکن پھر بھی ہمیں اجازت نہیں کہ اس کے پاس بلند آواز سے ذکر کریں اور اس کی نماز میں خلل ڈالیں کہ نماز پڑھنا تو غلطی نہیں اور یہ کہنا کہ جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی غلطی اس کی ہے نہ کہ ذکر کرنے والوں کی وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں دعویٰ بلادلیل ہے کیونکہ اس کا سنت ہونا فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور یہ کہنا کہ خلل اس صورت میں منع ہے کہ پہلے سے نماز پڑھ رہا ہو اس کے پاس باواز بلند ذکر کرنا شروع کر دیا جائے ایک تارکِ جماعت کیلئے پوری جماعت کی سنت چھڑوانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

فقہی مسئلہ کا یہ خود ساختہ مطلب فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا یہ مطلب بیان فرمایا۔ اور اس خود ساختہ مطلب کے مطابق بھی جو نمازی جماعت میں شامل تھے جب اپنی بقیہ نماز پڑھیں ان کے پاس تو ذکر باواز منع ہونا چاہیے کیونکہ وہ ذکر شروع ہونے سے پہلے کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسلیئے کہ ذکر تو امام کے سلام کے بعد شروع ہوا۔

نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، رضویہ، لوہاری گیٹ، لاہور

کا مؤقف

اور بندہ مؤلف رسالہ ہذا کو تنبیہ اور نصیحت

(نوٹ) : بندہ مؤلف کی طرف سے مکمل وضاحت اگلے صفحات پر
ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر اصل مقصود اور تمام عبادات کی جان ہے۔ آج کا بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم دنیا اور اس کی دولت کی محبت میں اس قدر مگن ہو چکے ہیں کہ ہمیں نہ تو رب کائنات یاد ہے اور نہ ہی اس کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ہمیں موت یاد ہے اور نہ ہی آخرت، مادہ پرستی کے اس دور میں وہ لوگ قابل قدر ہیں جو اللہ کریم کو یاد کرتے ہیں اور دوسروں کو ذکر الہی کی تعلیم اور ترغیب دیتے ہیں۔

پیش نظر رسالہ حضرت مولانا علامہ عبدالغفور نقشبندی مدظلہ العالی مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ لاہور نے تالیف کیا ہے، جس میں فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے فتاویٰ پیش کئے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص

بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آکر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں ذکر بالجہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے ازیت بھی پہنچے گی۔ پیش نظر رسالہ میں پیش کئے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں اور اس صورت میں ذکر کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنے والا حسب گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے۔ جیسے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا۔

ہماری جماعت کے بعد تین دفعہ کلمہ طیبہ باواز پڑھنے کا عام رواج ہے۔ بعض لوگ اس پر معترض ہوتے ہیں کہ اس ذکر سے ان نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے جن کی ایک یا دو رکعتیں رہ گئی ہیں، لیکن یہ اعتراض قوی نہیں ہے، کیونکہ راقم کا تجربہ ہے کہ کئی دفعہ کچھ نماز رہ گئی بعد میں ادا کرنے سے جماعت کے ذکر کی وجہ سے خلل پیدا نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ذکر صرف تین دفعہ کلمہ طیبہ پر مشتمل ہوتا ہے، طویل ذکر نہیں ہوتا، اس اعتبار سے بھی اگر خلل ہوا تو زیادہ نہیں ہوگا۔

تیسری بات یہ ہے کہ خلل صرف وہابیہ کی نماز میں پڑتا ہے یا ان لوگوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے جو باواز ذکر الہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں، بدعت سینہ اور بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں، جو لوگ ذکر کے جواز اور استحباب کے قائل ہیں انہیں ذکر الہی سن کر راحت ہوتی ہے اور ان کی نماز میں خلل نہیں ہوتا۔

پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہیے، حالانکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل ذکر نہ کریں ہاں جب نمازی سنتیں اور نفل پڑھ لیں یا

آیہ الکرسی اور تسبیح و تکبیر ۳۳-۳۴ بار پڑھ لیں تو پھر مل کر بلند آواز سے ذکر کر لیں۔ مقصد یہ ہے کہ اس طرح حاضرین ہر نماز کے ساتھ تین تین بار کلمہ طیبہ کا ورد کر لیں گے۔ اور اگر باجماعت ذکر نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے سارے دن میں ایک دفعہ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے کا موقع بھی نہ ملے۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے جلسے رات کے ایک دو بجے تک جاری رہتے ہیں اور ان میں بدستور لاؤڈ سپیکر چلتا رہتا ہے، جس سے پورے محلے والوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ آپ اس شد و مد کے ساتھ وہاں پابندی کیوں نہیں لگاتے؟ تکبیرات تشریق ۲۳ نمازوں میں باواز پڑھی جاتی ہیں، ان سے نماز میں خلل کیوں نہیں آتا؟

آپ فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد نماز کے بعد باواز ذکر کو مستحب قرار دیتے ہیں، باقی حضرات حتیٰ کہ ائمہ اربعہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں سوال یہ ہے کہ کسی نے اسے حرام قرار دیا؟ یا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے؟ اور اگر نہیں تو امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے، اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و نادان واقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو۔ بلکہ ائمہ و ناصحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایسے ناپسندیدہ امر سے

منع کرنا ضروری ہے جو بالاجماع حرام ہو، بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کئے جائیں، اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو، مثلاً سورج نکلنے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے، کیونکہ کسی طرح خدا کا نام تو لیں، اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہو، جیسے کہ در مختار اور حدیقۃ الندیۃ میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۵)

(۸۲)

امام علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (الحدیقۃ الندیۃ ج ۲ ص ۴۰۸ میں) فرماتے ہیں کہ حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :
 شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذن عام ہے۔ لہذا جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو انکار مناسب نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ (طبعی قدیم) ج ۲ ص ۱۸۲)
 راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اگر آپ دیانت داری سے یہی سمجھتے ہیں کہ ذکر جہر سے نماز میں خلل پڑتا ہے تو صرف ذکر جہر کی مخالفت پر اصرار نہ کریں۔ بلکہ نمازیوں کو یہ مشورہ دیں کہ سنتوں کے ادا کرنے یا تسبیحات پڑھنے کے بعد مل کر ذکر کر لیا کریں اگرچہ باواز ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۷ / رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

۴ / دسمبر ۲۰۰۰ھ

بندہ مولف کی طرف سے

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کے موقف کی مکمل وضاحت

حضرت فرماتے ہیں :

”پیش نظر رسالہ حضرت مولانا علامہ عبدالغفور نقشبندی مدظلہ العالی مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ لاہور نے تالیف کیا ہے جس میں فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ پیش کیے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آکر نماز پڑھتا ہے تو اسکی نماز میں ذکر جہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔ پیش نظر رسالہ میں پیش کیے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں اور اس صورت میں ذکر کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنے والا حسب گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے جیسے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا۔“

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

حضرت خود فرما رہے ہیں کہ فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم اللہ کے فتاویٰ مبارکہ میں پیش کئے گئے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو۔ قارئین غور فرمائیں یہ الفاظ ”کسی نمازی کو ایذا نہ ہو“ اپنے عموم و کلیت میں (چاہے پہلے سے نماز پڑھتا ہو یا بعد میں آکر نماز پڑھتا ہو) اس قدر واضح ہیں کہ ان کے بعد مزید وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں اس کے باوجود حضرت کا فرمانا ”اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آکر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں ذکر جہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔“ بالکل بے معنی اور بے ضرورت ہے اور یہ خود ساختہ بے ضرورت بعید از عقل منفرد و دیگر مولفین سے مختلف برعکس، مضحکہ خیز واضح مطلب فقہ کی کسی کتاب میں بیان نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ میں ذکر بالجہر کے ناجائز ہونے کو نمازی کی اسی صورت کیساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو پہلے سے نماز پڑھ رہا ہے اس کی نماز میں ذکر بالجہر سے خلل نہیں پڑے گا۔ اس کو اذیت بھی نہیں پہنچے گی۔ یعنی وہی نمازی بعد میں آئے تو ذکر بالجہر سے اس کی نماز میں خلل پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔ اور اگر وہی نمازی پہلے سے نماز پڑھتا ہو تو اسی ذکر بالجہر سے اس کی نماز میں خلل نہیں پڑے گا۔ اور اسے اذیت بھی نہیں پہنچے گی۔ حضرت کا یہ مقرر کردہ مضحکہ

خیز منفرد معیار ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور حضرت فرماتے ہیں ”پیش نظر رسالہ میں پیش کیئے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں“ یعنی فقہائے احناف اور خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے پیش کئے گئے فتاویٰ مبارکہ جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو ان کا یہی مطلب ہے اور وہ اسی صورت پر محمول ہیں کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آکر نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز میں ذکر بالجہر سے خلل بھی پڑے گا۔ اور اسے ازیت بھی پہنچے گی۔“ حالانکہ فقہ حنفی کی کتابوں اور امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ میں نمازی کی ایذا کی ممانعت کو کسی ایک صورت کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا۔

فقہائے احناف فرماتے ہیں :

الا ان یشوش جہرہم علی نائم او مصل او قارئ
مگر یہ کہ انکا جہر کسی سونے والے یا کسی نمازی یا قاری کو تشویش میں ڈالے تو جہر منع ہے۔ اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

درود شریف ذکر ہے اور ذکر بالجہر جائز جبکہ نہ ریا ہونہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف الخ

تعب ہے کہ موجودہ دور میں اس سے پہلے آج تک جو رسائل کتابیں اشتہارات نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر کے جواز و استحباب میں شائع ہوئے ہیں ان

ل رشد الایمان' مولفہ مولوی عبدالرشید رضوی اور نماز کے بعد ذکر و درود اور انگوٹھے چومنے کا

اشتہار مؤلف مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی۔

میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلے سے نماز پڑھنے والے کو ذکر بالجہر سے ایذا منع ہے۔
 صفحہ ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں اور حضرت نے بیان فرمایا کہ بعد میں اگر نماز پڑھنے والے
 کو ذکر بالجہر سے ایذا منع ہے۔ بندہ مؤلف کا موقف تو وہی ہے جو فقہائے احناف
 اور شیخ تھق اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ذکر بالجہر سے کسی نمازی
 کی ایذا جائز نہیں (چاہے پہلے سے نماز پڑھتا ہو یا بعد میں اگر نماز پڑھتا ہو)
 الحمد للہ ان حضرات نے ذکر بالجہر سے نمازی کی دونوں قسموں (پہلے
 سے نماز پڑھتا ہو یا بعد میں اگر نماز پڑھتا ہو) کی ایذا کا منع ہونا بیان کر دیا۔
 ایک قسم کا پہلے مؤلفین نے اور ایک قسم کا حضرت نے۔

اور فرماتے ہیں

”اس صورت میں ذکر کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے
 آہستہ ذکر کرے اور آنے والا نمازی حسبِ گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا
 واجب ہے“ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذکر کرنے والے کیلئے ضروری نہیں کہ پہلے
 سے نماز پڑھنے والے کیلئے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور پہلے سے نماز پڑھنے
 والے کا کوئی حق نہیں کہ اس کے لیے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور نہ پہلے
 سے نماز پڑھنے والا حسبِ گنجائش اسے منع کر سکتا ہے۔ اور منع کرنا واجب بھی
 نہیں یعنی بعد میں آنے والے نمازی کا حق ہے کہ پہلے سے ذکر کرنے والا اس کیلئے
 جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آنے والا حسبِ گنجائش اسے منع کر سکتا ہے
 اور منع کرنا واجب ہے اور پہلے سے نماز پڑھنے والا حسبِ گنجائش اسے منع نہیں کر
 سکتا ہے اور منع کرنا واجب بھی نہیں۔ یعنی بعد میں آنا کمال و خوبی ہوا اور پہلے سے

آنا قصور و غلطی حالانکہ بعد میں آنے والے نمازی کیلئے جائز نہیں کہ پہلے سے باواز بلند ذکر کرنے والے کے پاس جا کر نماز پڑھے۔ اور ذکر کرنے والے کیلئے ضروری نہیں کہ اس کیلئے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے۔ یہ مسئلہ تو صرف مسجد کے ساتھ متعلق و مخصوص ہے، اس لیے کہ مسجد میں فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے بنائی گئی ہیں۔۔

مسجد کا لغوی اور شرعی معنی: حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مسجد بجر جیم وفتحہ آں نیز جائز است۔ و نزد فقہاء بجر جیم نام خانہ خاص کہ برائے نماز گزار دن بنا کنند^۱ یعنی بجر جیم مسجد فقہاء کے نزدیک اس خاص گھر کا نام ہے جو نماز ادا کرنے کیلئے بناتے ہیں۔ حضرت ملا علی بن سلطان القاری الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والمسجد لغة محل السجود وشرعاً المحل
الموقوف للصلاة فيه^۲

اور مسجد کا لغوی معنی جائے سجود اور شرعاً وہ جگہ جو وقف کر دی گئی ہو کہ اس میں نماز ادا کی جائے۔

اور حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مسجد کے لغوی معنی ہیں سجدہ گاہ مگر شریعت میں وہ جگہ مسجد ہے جو نماز کیلئے وقف ہو۔^۳

۱ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۲۳

۲ ملا علی قاری امام: مرقات القناع الجزء الثانی ص ۱۸۲

۳ احمد یار خاں مفتی: مزارعہ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۳۸۲

اور نماز سے مراد فرض نماز ہے کیونکہ فرض کے علاوہ نماز گھر میں

افضل ہے۔

حدیث شریف میں ہے :

عن زید بن ثابت قال قال رسول الله صلى الله

عليه وسلم صلوة المرء في بيته افضل من

صلوته في مسجدی هذا الا المكتوبة ۱

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کی نماز اپنے گھر میں میری اس مسجد سے افضل ہے

سوائے فرض نماز کے۔

اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے عمل

مبارک سے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ قبلہ سنتیں گھروں میں

پڑھتے، فرض نمازیں مسجد میں اور بعد یہ سنتیں بھی گھروں میں جا کر پڑھتے) بھی

اس کی وضاحت و تائید ہوتی ہے کہ مسجدیں فرض نمازوں کی ادائیگی کیلئے بنائی جاتی

ہیں اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں ذکر بالجہر سے

نمازی کی ایذا کی ممانعت کی غایت و نہایت بیان فرمائی۔ کہ مسجد میں ذکر بالجہر سے

نمازی کی ایذا کی ممانعت یہاں تک ہے کہ مسجد میں باواز پڑھ رہا تھا جب کوئی شخص

نماز کیلئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں :

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔ مسجد میں جب اکیلا تھا اور باواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی نماز کیلئے آئے۔ فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ ورسولہ، اعلم

اور حضرت فرماتے ہیں :

”ہمارے ہاں جماعت کے بعد تین دفعہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا رواج ہے بعض لوگ اس پر معترض ہوتے ہیں کہ اس ذکر سے ان نمازیوں کی نماز میں خلل آتا ہے جن کی ایک یاد رکھتیں رہ گئی ہیں لیکن یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ راقم کا تجربہ ہے کہ کئی دفعہ کچھ نماز رہ گئی بعد میں ادا کرنے سے جماعت کے ذکر کی وجہ سے خلل پیدا نہیں ہوا۔“

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

حضرت کے نزدیک ذکر بالکھڑ سے نمازی کا بھولنا ہی خلل ہے حالانکہ نمازی کا بھولنا وقت دشواری سے نماز پڑھنا ہی خلل نہیں نمازی کی توجہ کا ہٹنا اور نمازی کی توجہ کا کسی دوسری چیز کی طرف ہونا چاہے کلمہ طیبہ یا درود شریف کی آواز کی طرف ہو اور اسے کلمہ طیبہ یا درود شریف سن کر راحت ہونا مزہ آنا بھی خلل کیونکہ یہ نمازی کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہونے اور اس کی ساتھ مناجات کرنے اور ہمکلام ہونے اور اسکے ساتھ حضور خالص میں حائل ہے۔ اور جب نمازی کی توجہ دوسری طرف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنی توجہ ہٹالیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے :

سبحان اللہ! حضرت نے اپنے تجربہ کو ”کہ راقم کی نماز میں جماعت کے ذکر سے خلل پیدا نہیں ہوا“ شرعی مسئلہ بنا دیا کہ نمازیوں کے پاس ذکر بالجہر جائز ہے۔ اگر بالفرض جماعت کے ذکر سے حضرت کی نماز میں خلل پیدا نہیں ہوا اور دوسرے نمازیوں کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہو حتیٰ کہ اگر کسی ایک نمازی کی نماز میں بھی خلل پیدا ہو تو بھی ذکر بالجہر جائز نہیں۔ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا آئے کا اندیشہ ہو۔ الخ۔ غور طلب الفاظ ”کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا“

اور حضرت فرماتے ہیں :

”دوسری بات یہ ہے کہ ذکر صرف تین دفعہ کلمہ طیبہ پر مشتمل ہوتا ہے، طویل ذکر نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے بھی اگر خلل ہو تو زیادہ نہیں ہوگا۔“

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت : اس کا مطلب یہ ہوا کہ تھوڑا خلل ڈالنا جائز ہے حالانکہ نمازی کی نماز میں خلل ڈالنا مطلقاً منع ہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی کتابوں اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ میں مذکور ہے۔

نوٹ : حضرت نے تھوڑا خلل ڈالنا جائز قرار دے دیا۔ اور زیادہ خلل ڈالنا جائز قرار نہیں دیا۔ حضرت کو چاہئے کہ یہ مسئلہ بیان فرمادیں کہ زیادہ خلل ڈالنا جائز

نہیں۔ یقیناً حضرت نہ یہ مسئلہ بیان فرما سکتے ہیں نہ زیادہ خلل ڈالنے پر پابندی لگا سکتے ہیں کہ تین دفعہ سے زیادہ بار کلمہ طیبہ نہ پڑھیں۔ بعض مساجد میں تو دیر تک باواز بلند کلمہ طیبہ اور دود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔

نوٹ: خلل آنے یا نہ آنے کا مطلب صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اور حضرت فرماتے ہیں:

”تیسری بات یہ ہے کہ خلل صرف وہابیہ کی نماز میں آتا ہے یا ان لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہوتا ہے جو باواز ذکر الہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں بدعتِ سیئہ اور بدعتِ ضلالت قرار دیتے ہیں۔ جو لوگ ذکر کے جواز اور استحباب کے قائل ہیں انہیں ذکر الہی سن کر راحت ہوتی ہے اور ان کی نماز میں خلل نہیں ہوتا۔“

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت:

وہابیہ کہنے والا ہتھیار یہ ایک ایسا زبردست ہتھیار ہے کہ اس ہتھیار کے ساتھ حملہ کے آگے ٹھہرنا ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہے، پاؤں اکھڑ جاتے ہیں پاؤں پر کھڑا رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی فضل و کرم اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل مجھ بندہ مسکین کمزور و ناتواں کو پاؤں پر کھڑا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بندہ مؤلف ناکارہ اور نالائق کی تودین و مسلک کیلئے کوئی خدمت نہیں، ہمارے متعدد دوست احباب سنی صحیح العقیدہ نمازی جن کا مجھے علم ہے جن کی خدمات مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کیلئے بہت زیادہ ہیں۔

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہر وقت ہر قربانی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں میں شامل ہونے والے لاٹھیاں کھانے والے زخمی ہونے والے، جیل جانے والے، میاں والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں میں صرف شامل ہی نہیں انکا اہتمام کرنے والے علمائے اہل سنت بالخصوص اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں، رسائل خرید کر مفت تقسیم کرنے والے یوم رضا پر جلسے، کانفرنسیں منعقد کرنے والے، بزمِ رضا، بزمِ اعلیٰ حضرت کے نام پر تنظیمیں قائم کرنے والے، علاوہ ازیں خدمات جن کا اظہار مناسب نہیں یقیناً وہابیہ نہیں۔

اور باواز ذکر الہی کو ناجائز بھی قرار نہیں دیتے، جائز سمجھتے ہیں بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت بھی قرار نہیں دیتے اور اکثر اکابر علماء اہل سنت جن میں سے بعض کی تقارین بھی اس رسالہ میں شامل ہیں ان کا بھی یہی موقف ہے کہ نمازی کے پاس اس کے فارغ ہونے تک ذکر الہی باواز بلند نہ کیا جائے اور درود شریف باواز بلند نہ پڑھا جائے اس سے نمازوں میں خلل آتا ہے۔ اور اکثر نے اپنے بارے بتایا کہ بعض دفعہ ہماری بعض رکعتیں رہ جاتی ہیں، جب وہ بقیہ رکعتیں پڑھتے ہیں تو باواز ذکر درود سے بھولتے ہیں اور نماز ادا کرنے میں دقت و دشواری ہوتی ہے۔

حضرت کا یہ فرما کر کہ ”خلل صرف وہابیہ کی نماز میں پڑتا ہے یا ان لوگوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے جو باواز ذکر الہی کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور

بدعت سیئہ و بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں “ اُن تمام کو وہابیہ قرار دینا اور باواز بلند ذکر الہی کو ناجائز قرار دینے والے بدعت سیئہ و بدعت ضلالت قرار دینے والے کہنا انتہائی شدت و بدگمانی و بے انصافی ہے۔

نوٹ : اعلیٰ حضرت حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ (وہابیہ کہنے والا) ہتھیار استعمال نہیں فرمایا کہ (خلل صرف وہابیہ کی نماز میں پڑتا ہے) جو آپ کے ماننے والے استعمال کر رہے ہیں۔ آپ کے مذکورہ بالا فتاویٰ مبارکہ جو کہ زینت رسالہ ہذا ہیں کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں :

سوال : اگر کوئی مسجد میں باواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پڑتی ہے، لوگ بھول جاتے ہیں، خیال بہک جاتا ہے، ایسے موقع پر ذکر بالجہر و تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔

الجواب : بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے۔ اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے،

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع

فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه ذالك اضعف

الایمان الخ

جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے

مثادے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے یہ سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے۔ الخ۔

الجواب : جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے الخ۔

الجواب : مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جبکہ اسکے باعث کسی

نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو۔ الخ۔

الجواب : درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا

مریض یا سوتے کی ایذا ہو۔ الخ۔

حضرت فرماتے ہیں جو لوگ ذکر کے جواز و استحباب کے قائل ہیں

انہیں ذکر الہی سن کر راحت ہوتی ہے اور انکی نماز میں خلل نہیں ہوتا اور فرماتے

ہیں راقم کا تجربہ بھی ہے کہ کئی دفعہ کچھ نماز رہ گئی بعد میں ادا کرنے سے جماعت کے

ذکر کی وجہ سے خلل پیدا نہیں ہوا۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

نمازی کے پاس باواز بلند پڑھنا ہی نمازی کو اذیت دینا اور خلل میں

ڈالنا ہے اور اسکے سننے سے نمازی کو مزاحمت ہونا اذیت و خلل ہے

حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بعض بعض کو ہر

گراذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ہیں، جو مقتدایان دین ہیں، جن کی اقتداء ہدایت یافتہ ہونے کا معیار ہے، جن
کی اتباع و پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، جو بلاشک و شبہ تمام امتِ محمدیہ سے بہتر
ہیں ذکرِ الہی سننے کا مزہ ان سے زیادہ کسی کو نہیں آسکتا، ذکرِ الہی سے راحت ان سے
زیادہ کسی کو نہیں ہو سکتی پھر جبکہ ذکر کرنے والے بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ہوں جو بلا واسطہ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پڑھنے والے
ہیں، جن سے بہتر قرآن پڑھنے والا کوئی نہیں ہو سکتا ان سے سننے کے مزہ کا بیان
کرنا تو درکنار ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، ان نفوسِ قدسیہ، ان برگزیدہ
ہستیوں کو تنبیہ اور تاکید کے ساتھ فرمایا:

الا ان کلکم مناج ربہ

خبردار! بیشک تم تمام اپنے رب سے مناجات کرنے والے ہو۔
اور بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا فرمان حرفِ حصر کے ساتھ ہے:

اذا قام احدکم الى الصلوة فلا يبصق امامہ

فانما يناجی اللہ مادام فی مصلاہ۔^۱

اور بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں بھی حرفِ حصر کے ساتھ۔

۱ ولی الدین محمد امام: مشکوٰۃ حوالہ صحیحین، ص ۶۹

۲ ولی الدین محمد امام: مشکوٰۃ، ص ۷۱

ان احدکم اذا قام الى الصلوة فانما ينجى ربه الخ۔^۱

عارف باللہ شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ فرماتے ہیں چوں ایستادیکے از شمامہ نماز پس باید کہ نیندازد آب دهن پیش روئے خود بجانب قبلہ زیرا کہ وہے مناجات نمی کند و توجہ نمی آرد مگر خدائے تعالیٰ را مدام کہ جائے نماز خود دست بدرتے کہ یکے از شمامچوں بایستد بسوئے نماز پس مناجات نمی کند و راز نمی گوید مگر پروردگار خود را۔

ترجمہ : جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے قبلہ کی طرف نہ تھو کے، اسلئے کہ وہ مناجات نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ سے اور توجہ نہیں لاتا مگر خدائے تعالیٰ کی طرف، جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے۔ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو تو وہ مناجات نہیں کرتا مگر اپنے رب سے، اور توجہ نہیں لاتا مگر اپنے رب کی طرف یعنی وہ اپنے رب ہی سے مناجات کرتا اور اپنے رب ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر

مؤکد بہ نونِ ثقلیہ فرمایا: فلا یوذین بعضکم بعضاً۔^۱

تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے،

پھر اس کا واضح بیان فرمایا۔ سبحان اللہ! قربان اس الفصح الفصحاء، صاحب جوامع الکلم شاگرد رشید حق تعالیٰ، معلم اعظم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم کے۔

فلا یرفع بعضکم علی بعض فی القراءۃ۔^۲

^۱ احمد بن حسین امام: السنن الکبریٰ جلد ثالث ص ۱۱

^۲ احمد بن حسین امام: السنن الکبریٰ جلد ثالث ص ۱۱

اور السنن الکبریٰ شہقی شریف میں ہے کہ مؤکد بنون ثقلیہ فرمایا :

ولا یرفعن بعضکم علی بعض فی القراءة فی الصلوۃ^۱

تو تمہارا بعض بعض کو ہر گز اذیت نہ دے اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرأت میں ہر گز آواز بلند نہ کرے۔

معلوم ہوا نمازی کے پاس باواز بلند پڑھنا ہی نمازی کو اذیت دینا ہے اور اس کے سننے سے جس طرح نمازی کا بھولنا د شواری سے نماز پڑھنا اذیت و خلل ہے، مزا آنا راحت ہونا بھی اذیت و خلل ہے۔ اس لیے کہ یہ مزہ اور احتیاج و نمازی کی اپنے رب سے مناجات اور راز کہنے اور ہم کلام ہونے اور متوجہ ہونے میں حائل و حجاب و رکاوٹ ہے۔ راحت و مزہ خالص مناجات و ہم کلامی کا مفید و نافع ہے۔ خارجی راحت و مزہ ضرر و اذیت کہ وہ نمازی کی اپنی رب سے مناجات و ہم کلامی و حضور خالص سے توجہ ہٹانے والا ہے۔

اور حضور بارگاہ رب العزت جل جلالہ کے ادب کے خلاف ہے کہ نمازی کسی دوسری طرف متوجہ ہو چاہے کلمہ شریف یا درود شریف ہی ہو اور اس سے مزہ لے کیونکہ نمازی اپنے رب ہی سے مناجات کرنے والا اپنے رب ہی سے راز کہنے والا اپنے رب ہی سے ہم کلام ہونی والا اور اپنے رب ہی کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔

جس طرح جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کو فقہاء کرام کے مکروہ فرمانے کی وجہ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بیان فرمائی کہ یہاں بھی اس کا منشاء عرض ہی ہیں قلب ہمارا ہیاں کا مشوش ہونا یا موت سے دوسری طرف

۱ احمد بن حسین امام: سنن کبریٰ جلد ثالث ص ۱۱

توجہ کرنا کہ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو اس تصور موت سے کہ بغایت نافع اور مقید اور برسوں کے زند دل سے دھونے والا ہے۔ روکے گا یا کم از کم دل تو بٹ جائے گا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے۔ ورنہ حاشا للہ ذکر خدا و رسول نہ کسی وقت منع ہے نہ کوئی چیز اس سے بہتر انجی۔^۱

کیونکہ نمازی اپنے رب ہی سے مناجات کرنے والا اپنے رب ہی سے راز کہنے والا اپنے رب ہی سے ہم کلام ہونے والا اور اپنے رب ہی کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔

اور اللہ عزوجل بھی نمازی کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے جب تک کہ وہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال اللہ عزوجل مقبلاً علی العبد وهو فی صلواتہ ما لم یلتفت فاذا التفت انصرف عنہ^۲

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل بندے کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اپنی نماز میں ہے جب تک وہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ پھر جب وہ کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

۱ احمد رضا بریلوی امام: فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۴۴

۲ ولی الدین محمد امام: مشکوٰۃ ص ۹۱

معلوم ہوا جو چیز بھی نمازی کی اپنے رب سے مناجات و ہم کلامی سے توجہ ہٹانے والی ہے وہی نمازی کے خلل و اذیت کا سبب ہے مزہ ہو یا بد مزگی، راحت ہو یا کلفت اور نمازی کی توجہ کا ہٹنا خلل و اذیت کہ اُس سے اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی توجہ ہٹالیتا ہے۔

نمازی کا نماز میں قرآن پڑھنا اور قرآن کے حسن سے مزہ لینا لذت حاصل کرنا بھی حضور خالص میں حائل و حجاب ہے

ربانی الشیخ احمد المعروف بہ ملا احمد جیون استاذ مکرم ابی مظفر محی الدین عالمگیر اور نگ زیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وجواز الصلوة بالفارسیہ انما هو لعذر حکمی
 وهو ان حالة الصلوة حالة المناجات مع الله
 تعالیٰ والنظم العربی معجز بلیغ فلعله لا یقدر
 علیہ اولانہ ان اشتغل بالعربی ینتقل الذهن منه
 الی حسن البلاغة والبراعة ویتلذذ بالاسجاع
 والفواصل ولم یخلص الحضور مع الله تعالیٰ
 بل یكون هذا النظم حجابا بینہ وبين الله تعالیٰ
 وكان ابوحنيفة رحمہ الله تعالیٰ مستغرقا فی
 بحر التوحید والمشاهدة لا یلتفت الا الی الذات
 فلا طعن علیہ فی انه کیف یجوز القراءة

بالفارسی مع القدرة علی العربی المنزل^۱

ترجمہ : عالم ربانی حضرت الشیخ احمد المعروف بہ ملا احمد جیون رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے عربی نظم پر قدرت کے باوجود نماز میں فارسی قرأت کو جائز قرار دینے کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ فارسی میں نماز کا جائز ہونا ایک عذر حکمی ہی کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ نماز کی حالت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کی حالت ہے اور عربی نظم معجز بلیغ ہے تو شاید اس کو اس پر قدرت نہ ہو یا اس لیے کہ بیشک وہ اگر عربی کے ساتھ مشغول ہو تو اس کا ذہن بلاغت اور برأت کے حسن کی طرف منتقل ہو جائے اور وہ اسجاع اور فواصل کے ساتھ لذت حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور خالص نہ رہے۔ بلکہ یہ نظم اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ہو جائے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ توحید اور مشاہدہ کے دریا میں مستغرق تھے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ان پر کوئی طعن نہیں اس بات پر کہ انہوں نے منزل عربی پر قدرت کے ہوتے ہوئے فارسی میں قرأت کو کیسے جائز قرار دیا۔

نوٹ :- اگرچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف رجوع فرمایا صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نماز میں غیر عربی عبارت کی قرأت جائز قرار نہیں دیتے جیسا کہ نوح بن مریم نے اسے روایت کیا کذافی التکوین فی در المختار الاصح رجوع الی قولہما علیہ الفتویٰ۔

اور حضرت فرماتے ہیں :

پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ حالانکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل ذکر نہ کریں۔ ہاں جب نمازی سنتیں اور نفل پڑھ لیں یا آیۃ الکرسی اور تسبیح و تکبیر تینتیس ۲۳۔ چونتیس ۳۳ بار پڑھ لیں تو پھر مل کر بلند آواز سے ذکر کر لیں مقصد یہ ہے کہ اس طرح حاضرین ہر نماز کے ساتھ تین تین بار کلمہ طیبہ کا ورد کر لیں گے اور اگر باجماعت ذکر نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے سارے دن میں ایک مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے کا موقع بھی نہ ملے۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت

حالانکہ ابتدائے رسالہ ہذا میں عرض کیا ہے کہ نمازی کے پاس باواز بلند ذکر کے بارے میں بندہ مؤلف کا موقف وہی ہے جو فقہائے کرام اور عارف باللہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت مولینا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ کہ ذکر بالجہر بلاشک و شبہ جائز ہے نماز کے بعد فوراً یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہونہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف۔ اس کے باوجود حضرت کا یہ فرمانا کہ ”پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔“ کتنی زیادتی اور بے انصافی ہے اسلئے کہ بندہ مولف نے کبھی نہیں کہا کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ اور حضرت تو فرما رہے ہیں حالانکہ ”یہ بھی کہہ سکتے ہیں اور جب نمازی

سنتیں اور نفل پڑھ لیں یا آیۃ الکرسی اور تسبیح و تکبیر ۳۳-۳۴ بار پڑھ لیں تو پھر

مل کر بلند آواز سے ذکر کر لیں "حالانکہ بندہ مؤلف نے تو بار بار عرض کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ امام کے سلام کے بعد دیکھ لیں اگر تمام نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو اسی وقت جس طرح چاہیں آہستہ یا باواز بلند الگ الگ یا مل کر ذکر کریں اگر ایک یا زیادہ جماعت میں شامل نمازی اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہیں تو ان کے فارغ ہونے تک آہستہ ذکر کر لیں جب وہ نمازی فارغ ہو جائیں اور وہاں اور بھی کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو، تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باواز بلند الگ الگ یا مل کر ذکر کریں۔ حضرت تو پابندی لگا رہے ہیں کہ تین بار کلمہ طیبہ مل کر باواز بلند پڑھ لیں۔ بندہ مؤلف کی گزارش و عرض ہے تین بار یا تین بار سے زیادہ کلمہ طیبہ یا درود شریف یا کوئی اور ذکر جتنا چاہیں الگ الگ یا مل کر آہستہ یا باواز بلند جس طرح چاہیں کریں۔ بندہ ناچیز کو پابندی لگانے کا اختیار نہیں اور جب نمازی سنتیں اور نفل " آیۃ الکرسی، تسبیح و تکبیر ۳۳-۳۴ بار پڑھ لیں پھر جس طرح چاہیں آہستہ یا بلند الگ الگ یا مل کر ذکر کر لیں۔

حضرت فرماتے ہیں :

سوال یہ ہے کہ ہمارے جلے رات کے ایک دو بجے تک جاری رہتے ہیں اور ان میں بدستور لاؤڈ سپیکر چلتا رہتا ہے جس سے پورے محلے والوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔ آپ اس شد و مد کے ساتھ وہاں پابندی کیوں نہیں لگاتے؟ تکبیرات تشریح ۲۳ نمازوں میں باواز پڑھی جاتی ہیں۔ ان سے نماز میں خلل کیوں نہیں آتا؟

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت :

اس طرح لاؤڈ سپیکر چلانا اور اس کا بے جا استعمال کہ پورے محلے والوں کی نیند اچاٹ ہو جائے بلاشک و شبہ ناجائز ہے ہمارا عمل اس پر ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

الجواب :- مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو جائے

ظاہر ہے کہ ایک سونے والے کی ایذا یعنی اسکی نیند میں خلل ڈالنا ناجائز و منع ہے تو پورے محلے کے سونے والوں کو ایذا اور ان کی نیند اچاٹ کرنا کیسے جائز ہوگا؟ ہمیں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ جس خدا کا ذکر کرتے ہیں، جس کے احکام کی تبلیغ کرتے ہیں، اس خدائے تعالیٰ نے ہمیں حقوق العباد کے لحاظ رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ مگر پابندی لگانا بندے کے بس میں نہیں بندہ کو اس پر قدرت نہیں۔ اور تکبیرات تشریق ۲۳ نمازوں میں باواز پڑھنے سے نماز میں خلل نہ آنے کی وضاحت ص 149 پر ملاحظہ فرمائیں کہ نماز کے متصل بعد ذکر بالجھر کو تکبیرات تشریق پر قیاس نہیں کر سکتے۔

اور حضرت فرماتے ہیں کہ :

”آپ فرماتے ہیں کہ بعض متقدمین اور ابن حزم غیر مقلد نماز کے بعد باواز ذکر کو مستحب قرار دیتے ہیں باقی حضرات بلکہ آئمہ اربعہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں سوال یہ ہے کہ کسی نے اسے حرام قرار دیا؟ یا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے؟“

بندہ مؤلف کی طرف سے اسکی مکمل وضاحت صفحہ 49 پر ملاحظہ

فرمائیں۔

اور حضرت فرماتے ہیں :

”اور اگر نہیں یعنی اگر کسی نے اسے حرام قرار نہیں دیا یا اس کے حرام ہونے پر اجماع نہیں تو امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درج ذیل تحریر ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟ امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بد خواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو“

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت : واقعی عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو، محض بد خواہی عام مسلمین ہے۔ ان

اولاً : مگر ذکر بالجہر جس کے باعث کسی نمازی کو ایذا و خلل ہو شرعاً گناہ ہے اس لئے اس سے منع کرنا ضروری ہے بد خواہی عام مسلمین نہیں۔

ثانیاً : نماز کے بعد متصل ذکر بالجہر خواہ جماعت میں شامل ہونے والے نمازی اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوں صرف عوام ہی نہیں خواص بلکہ خواص الخواص یعنی علماء کرام بھی کرتے ہیں خواص اور خواص الخواص کو منع کرنا تو بد خواہی عام مسلمین نہیں۔

ثالثاً: جو امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے۔ الخ

وہی امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں درود شریف خواہ کوئی کوئی وظیفہ باواز نہ پڑھا جائے جب کہ اس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو۔ حضرت ان دونوں فرمانوں میں تطبیق ارشاد فرمائیں تو مسئلہ خود بخود واضح ہو جائے گا۔

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت: واقعی بندہ ناچیز کی کوئی حیثیت نہیں اور حضرت کا خواہ مخواہ بندہ ناچیز کو نماز کے بعد باواز ذکر کی ممانعت پر اصرار کر نیوالا فرمانا سراسر ناانصافی و الزام ہے اولاً اسلئے کہ ابتدائے رسالہ ہذا میں عرض کیا ہے کہ نمازی کے پاس باواز بند ذکر کے بارے بندہ مؤلف کا موقف وہی ہے جو فقہائے احناف، شیخ محقق اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ذکر بالجہر بلا شک و شبہ جائز ہے نماز کے بعد فوراً یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہونہ کسی نمازی یا سوتے کی ایذا الخ ثانیاً: اس لئے کہ پورے رسالہ ہذا میں نماز کے بعد باواز ذکر کی مطلق ممانعت کا لفظ تو درکنار اشارہ بھی نہیں۔

ثالثاً: اس لئے کہ اگر اس کا مطلب ممانعت پر اصرار ہے تو ممانعت پر اصرار کر نیوالے فقہائے احناف اور شیخ محقق اور امام احمد رضا خان صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ بندہ مؤلف کا اپنا علیحدہ کوئی موقف نہیں بندہ مؤلف نے تو ان کا

موقف بیان کیا ہے۔ اس لئے حضرت صاحب بندہ مولف ناچیز کو مخاطب فرمانے کی بجائے فقہائے احناف اور شیخ محقق اور امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب فرمائیں کہ تمہارا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟

رابعاً : قارئین کو تعجب ہو گا کہ حضرت صاحب نے ابتداءً نمازی کے پاس ذکر بالجہر کی ممانعت اور ذکر کر نیوالے کیلئے جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرنے کے ضروری ہونے اور ذکر کرنے والے کو منع کرنے کے وجوب کی ایک صورت خود بیان فرمادی ہے اور اعتراف فرمایا ہے کہ اس صورت میں ذکر بالجہر سے اسکی نماز میں خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی ہوگی۔

حضرت کا فرمان ملاحظہ فرمائیں :

”پیش نظر رسالہ جس میں فقہائے احناف اور خاص طور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ پیش کئے ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر بالجہر کے جائز ہونے کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ کسی نمازی کو ایذا نہ ہو اسکا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے دوسرا آدمی آکر نماز پڑھتا ہے تو اسکی نماز میں ذکر جہر سے خلل بھی پڑے گا اور اسے اذیت بھی پہنچے گی۔ پیش نظر رسالہ میں پیش کئے گئے اقتباسات اسی صورت پر منطبق ہیں اور اس صورت میں ذکر کر نیوالے کے لئے۔ ضروری ہے کہ جہر ترک کر کے آہستہ ذکر کرے اور آئیوالا حسب گنجائش اسے منع کر سکتا ہے اور منع کرنا واجب ہے۔“

اور حضرت کا یہ فرمانا کہ ”حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ

فرماتے ہیں :

”عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل ہو، ناواقف ہو یا مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو۔“

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت :

بندہ مؤلف کا موقف وہی ہے جو فقہائے احناف اور شیخ محقق شاد عبدالحق محدث دہلوی اور امام احمد رضا خان بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ذکر بالجہر بلاشک و شبہ جائز ہے نماز کے فوراً بعد یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہونہ کسی نمازی یا سوتے کی ایذا اگر اس کا مطلب اللہ عزوجل کے ذکر سے منع کرنا ہے تو اس کا جواب فقہائے کرام، شیخ محقق اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بندہ مؤلف کے ذمہ نہیں کیونکہ بندہ مؤلف کا اپنا علیحدہ کوئی موقف نہیں۔ اور امام احمد رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سوال : اگر کوئی مسجد میں باواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو۔ اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے، لوگ بھول جاتے ہیں، خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر و تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

الجواب :- بیشک ایسی صورت میں اسے جہر سے منع کرنا فقط جائز ہی

نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے۔ اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے :

من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع

فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذاک اضعف

الایمان۔ الخ

اور تم میں کوئی نا جائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنی ہاتھ سے اُسے مٹا دے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اسکی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے۔ الخ

مزید وضاحت : اور اگر حضرت امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہ اللہ کا پورا فتویٰ تحریر فرمادیتے جس میں سے یہ عبارت نقل فرمائی (امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بد خواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و نادانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو)“ تو واضح ہو جاتا کہ اس ذکر سے جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر مراد ہے کہ یہ ایسا ذکر ہے جو شرعاً گناہ نہیں واقعی اس ذکر سے منع کرنا محض بد خواہی عام مسلمین ہے اس کا ارتکاب وہی شخص کرے گا جو مقاصد شرع سے جاہل و نادانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو مگر ہندہ مؤلف نے تو اس ذکر یعنی جنازے کے ساتھ ذکر ”سے عوام تو عوام خواص کو

بھی منع نہیں کیا۔ اور نہ اس ذکر کو ناجائز و گناہ قرار دیا۔ بندہ نے تو نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے فقہاء کرام اور شیخ محقق اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف بیان کیا ہے کہ ذکر بالجہر جس کے باعث کسی نمازی کو ایذا ہو، ناجائز و منع ہے۔

حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فتویٰ مبارک کہ جس میں آپ فرماتے ہیں عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بدخواہی عام مسلمین ہے ایخ ملاحظہ فرمائیں :

مسئلہ : مشہود خدمت جناب صاحب حجت قاہرہ مجدد مآتہ حاضرہ مولینا مولوی احمد رضا خان صاحب دام ظلکم علی رأس المسترشدین۔ بعد سلام سنت الاسلام عرض ہے کہ اس ملک میں جنازہ کے آگے مولود خوانی میں اختلاف اور جھگڑا ہے ایک طائفہ بحر الرائق و مراقی الفلاح و قاضی خان و عالمگیری وغیرہا کی عبارات سے مکروہ تحریمی کہتے ہیں دوسری جماعت جائز و مستحب کہتی ہے۔ آپ کی تحریر جملہ مسلمانوں کا فیصلہ ہے کئی ماہ کے تنازع کا فیصلہ ہوگا۔ ایخ

الجواب : علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہاں کتب حنفیہ میں جنازے کی

ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے جس طرح خود نفس ذکر جہر کو بخرت کتب حنفیہ میں مکروہ بتایا حالانکہ وہ اطلاقات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور عندا التحقیق کراہت کا عروض نظر بعوارض خارجہ غیر لازم ہے۔ جیسا کہ علامہ خیر الدین زلی استاذ صاحب در مختار وغیرہ محققین

نے تحقیق فرمایا اور ہم نے اپنے فتویٰ میں منقح کیا۔ یہاں بھی اس کا منشا عوارض ہی ہیں، قلب ہمراہیاں کا مشوش ہونا موت سے دوسری طرف توجہ کرنا۔ انصاف کیجیے کہ یہ حکم اس زمانہ خیر کے لیے تھا جبکہ ہمراہیان جنازہ تصور موت میں ایسے غرض ہوتے تھے کہ گویا میت اُن میں ہر ایک کا خاص اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں، ہمیں کو جنازہ پر لیے جاتے ہیں اور اب قبر میں رکھیں گے۔ ولہذا علماء نے سکوت محض کو پسند کیا تھا۔ کلام اگرچہ ذکر ہی ہو اگرچہ آہستہ ہو اس تصور سے کہ بغایت نافع اور مفید اور برسوں کے غم دل سے دھو دینے والا ہے یا کم از کم دل بٹ تو جائے گا تو اس وقت محض خاموشی ہی مناسب تر ہے ورنہ حاشا اللہ ذکر خدا اور سول نہ کسی وقت منع ہے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر الله

تعالى على كل احيانه (رواه مسلم و احمد و ابوداؤد

والترمذی وابن ماجہ وعلقہ البخاری)

نہ کوئی چیز اس سے بہتر

قال الله عزوجل ولذكر الله اكبر

اب کہ زمانہ منقلب ہوا لوگ جنازہ کی ساتھ اور دفن کے وقت اور

قبروں پر بیٹھ کر لغویات و فضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ و لہو میں مشغول

ہوتے ہیں تو انہیں ذکر خدا اور سول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کی طرف

مشغول کرنا عین صواب و کارِ ثواب ہے معہذا جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت

میں اختلاف ہے کہ تحریمی ہے یا تزییعی اور ترجیح بھی مختلف آئی قنیہ میں کراہت تزییعی کو ترجیح دی اور اسی پر فتاویٰ تتمہ میں جزم فرمایا اور یہی تجرید و مجتہبی و حاوی و بحر الرائق وغیرہا کے لفظ ینبغی کا مفاد ہے اور ترک اولیٰ اصلاً گناہ نہیں

کما نصوا علیہ و حققناہ فی جمل مجلیہ

اور عوام کو اللہ عزوجل کے ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو محض بد خواہی عام مسلمین ہے اور اس کا مرتکب نہ ہوگا۔ مگر متقشف مقاصد شرع سے جاہل و ناواقف ہو یا متصرف کہ مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر اپنی رفعت و شہرت چاہتا ہو بلکہ آئمہ نا صحیحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ منع کرنا اس منکر سے ضرور ہے جو بالاجماع حرام ہے بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یاد خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو مثلاً سورج نکلنے وقت نماز حرام ہے اگر عوام پڑھتے ہوں تو نہ روکے جائیں کہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں اسے سجدہ تو کریں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اسکی صحت ہو سکے امام علامہ عارف باللہ ناصح الامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کتاب مستطاب الحدیقة الندیہ فی شرح الطریقة المحمدیہ میں فرماتے ہیں قال فی شرح الطحاوی و علی مشی الجنازة الصمت الخ اس کلام جمیل امام جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا خلاصہ ارشادات چند افادات الخ۔

فقہائے کرام کسی عمل کے بارے پہلے مسئلہ بیان فرماتے ہیں اس کے بعد عذر پھر عذر کی وجہ سے رخصت (یعنی معذور کے احکام) مثلاً فقہائے کرام فرماتے ہیں

فرض نماز میں قیام فرض ہے اس کے بعد فرماتے ہیں جس کو قیام پر قدرت نہ ہو بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ نماز پڑھ لے اگر رکوع سجود پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھ لے اگر بیٹھنے پر بھی قدرت نہ ہو تو گلیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھ لے۔

۲: اس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں مرض و سفر کی وجہ سے افطار (یعنی روزے چھوڑنا) جائز ہے۔

۳: اس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں سورج نکلنے وقت نماز حرام ہے اس کے بعد فرماتے ہیں عوام اگر سورج نکلنے وقت نماز پڑھیں تو ان کو منع نہ کیا جائے اور عوام سے مراد فقہائے کرام کے نزدیک دین سے ناواقف لوگ ہیں جنہیں کلمہ بھی صحیح نہیں آتا جائز و ناجائز کو نہیں سمجھتے ظاہر ہے سورج کے طلوع کے وقت نماز وہی پڑھیں گے جو دین سے ناواقف ہیں۔ چونکہ دین سے ناواقفیت عذر ہے اس عذر کی وجہ سے عوام معذور ہوئے اور ان کے لئے معذورین کا حکم۔

امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ مبارک کہ بھی یہ ہے۔ کہ آپ اپنے فتاویٰ مبارک کہ میں اولاً فقہ حنفی کی کتب کے حوالہ جات سے اصل مسئلہ بیان فرماتے ہیں ثانیاً معذورین کا حکم آپ کے دو فتوے ملاحظہ فرمائیں قارئین کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ فقہاء کے نزدیک

عوام سے مراد کون لوگ ہیں،

ایک فتویٰ مبارکہ پچھلے صفحات پر کہ جنازے کے ساتھ مولود خوانی (ذکر بالجھر) مکروہ تحریمی ہے یا جائز و مستحب اس میں بھی آپ نے اولاً کتب فقہ حنفی کے حوالوں سے اصل مسئلہ بیان فرمایا ثانیاً انقلاب زمانہ اور عوام کی حالت کی تبدیلی کی وجہ سے عوام کارخصتی حکم۔

دوسرا فتویٰ مبارکہ اگلے صفحات پر دیہات میں نماز جمعہ جائز و صحیح ہونے اور ناجائز و نا صحیح ہونے کے بارے اس میں بھی آپ نے پہلے کتب حنفی کے حوالوں سے اصل مسئلہ بیان فرمایا۔ اس کے بعد عوام کو دیہات میں نماز جمعہ سے منع نہ کرنے کا رخصتی حکم۔

حضرت صاحب اگر کتب فقہ حنفی اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے پہلے اصل مسئلہ بیان فرماتے جو کتب فقہ حنفی سے ماخوذ ہیں اور آپ کو یہی چاہئے تھا کہ ذکر بالجھر جس کے باعث کسی نمازی کی ایذا و تشویش ہو جائز ہے یا نہیں پھر کتب فقہ حنفی یا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ سے عوام کیلئے رخصتی حکم بیان فرماتے تو اصل مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ عوام کیلئے حکم رخصت ہے یا نہیں اگر ہے تو کیسا۔

حضرت کے اس فرمان سے عوام کو اللہ عزوجل ایسے ذکر سے منع کرنا جو شرعاً گناہ نہ ہو (بدخواہی عام مسلمین ہے الخ) نہ تو اصل مسئلہ معلوم ہوا نہ رخصت کی نوعیت۔

عوام اور ان کے احکام

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت :

- ۱۔ عوام سے مراد کون لوگ ہیں؟
- ۲۔ عوام اگر سورج نکلنے وقت نماز پڑھیں تو انہیں نہ منع کرنے کا مطلب کیا ہے؟
- ۳۔ کیا عوام کو سورج نکلنے وقت نماز سے منع نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کیلئے سورج نکلنے وقت نماز پڑھنا جائز ہے؟
- ۴۔ کیا عوام اگر سورج کے طلوع کے وقت نماز پڑھیں تو انہیں منع نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بعد نماز مسئلہ بھی نہ بتایا جائے کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ آفتاب بلند ہونے کے بعد پھر پڑھ لیں۔
- ۵۔ کیا خواص کو بھی سورج نکلنے وقت نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے؟

وضاحت: یہاں عوام سے مراد وہ نہیں جو عرف عام میں سمجھا جاتا ہے کہ کسی ملک کے باشندے (رہنے والے) جیسے پاکستانی عوام سے مراد پاکستان کے باشندے (رہنے والے) عالم ہوں یا جاہل، دین سے واقف ہوں یا ناواقف، مسلم ہوں یا غیر مسلم بلکہ یہاں عوام سے مراد وہ ہیں جنہیں فقہائے کرام کی اصطلاح میں عوام کہا جاتا ہے۔ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ کی کتابوں کے حوالوں سے فتاویٰ رضویہ شریفہ میں لکھتے ہیں۔

۱۔ عوام سے مراد دین سے ناواقف لوگ ہیں جن کو کلمہ بھی صحیح نہیں آتا جنہیں جائز و ناجائز کا علم نہیں ظاہر ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت نماز وہی پڑھیں گے جو دین سے جاہل و ناواقف ہیں ان کو سورج نکلتے وقت نماز سے اسلینے نہیں روکیں گے کہ اگر ان کو روکا جائے تو وہ بالکل نماز چھوڑ دیں گے۔

امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ (نہ روکنا) عوام کا لانعام یعنی چوپایوں (ڈنگروں) جیسے عوام کیلئے ہے۔ ۱۔

۲۔ عوام کو سورج نکلتے وقت نماز پڑھنے سے منع نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ہاتھ سے نہ روکنا یعنی مار کر نماز سے نہ ہٹانا، نہ دوڑانا، زبان سے نہ روکنا یعنی نہ ڈانٹنا، نہ جھڑکنا نہ یہ کہنا کہ نماز نہ پڑھو۔

۳۔ عوام کو سورج نکلتے وقت نماز سے منع نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کیلئے سورج نکلتے وقت نماز جائز ہے۔ سورج نکلتے وقت نماز تمام مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ امام احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں

سورج نکلنے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے گا۔

۴۔ عوام کو مسئلہ بتایا جائے گا کہ سورج نکلنے وقت نماز نہیں ہوتی۔ صدر

الشریعہ حضرت مولینا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

عوام اگر نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں تو منع نہ کیا جائے۔

مگر بعد نماز کہہ دیا جائے نہ ہوئی آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھیں۔

۵۔ خواص اگر سورج نکلنے وقت نماز پڑھیں تو انہیں ضرور روکا جائے گا، ان

کو روکنا واجب ہے۔

مسئلہ : از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ بلا بو قصبہ نیول کھیا، مرسلہ محمد نیاز

حسین ۱۲ / محرم الحرام ۱۳۲۳ھ۔ اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں

اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں، اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز بھجگانہ کیلئے گھر مقرر ہے اذان و جماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو

امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کر لیں تو علیہ ماوجب لہ (جو ان پر لازم ہے) سے

بری ہونگے یا نہیں اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح ہو گا یا نہیں

اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے

مستحق ثواب یا اثم، اور اگر اثم ہے تو کیسا؟ بینوا بالتفصیل مع الدلیل تو

جروا یوم الاخر والحساب امین یارب العالمین (تفصیلاً دلائل

کیساتھ بیان فرمادیجئے اللہ تعالیٰ آخرت میں اپ کو اجر عطا فرمائے۔ اے رب

العالمین دعا قبول فرما۔) صحت جمعہ کیلئے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح

موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا ہے اور تعریف قرئی جس میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے؟ قرئی اور دیہات میں فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز؟

الجواب: مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ و صحت جمعہ و جواز جمعہ سب کیلئے مصر شرط ہے، دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اسکی ادا جائز نہ صحیح، اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ادا ہوگی۔ بر خلاف شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اترے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔

للاشتغال بما لا یصح کما فی الدر المختار وللتنفل
بجماعة بالتداعی والتک جماعۃ الظہر وان ترکوا الظہر
فاشفع واخنع۔

ترجمہ۔ یہ ایسے کام میں مشغول ہوتا ہے جو صحیح نہیں جیسا کہ در مختار میں ہے اور تداعی کے ساتھ نوافل کا جماعت کیساتھ ادا کرنا اور جماعت ظہر کا ترک لازم آتا ہے اور اگر وہ ظہر ترک کر دیتے ہیں تو یہ نہایت ہی برا و قبیح عمل ہے۔ قریہ زبان عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ وما ارسلنا من قبک الارجالا نوحی الیہم
من اهل القرى الخ

یہ تحقیق مسئلہ ہے اور محمد اللہ تعالیٰ اہل انصاف و علم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں ہم نہ اسکے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زہار زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں۔

نوٹ : اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک مسئلہ بیان فرمایا اس کے بعد فرماتے ہیں مگر دوبارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انہیں منع نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کیلئے بس ہے وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اُس سے روکے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اَرَأَيْتَ الَّذِي

يَنْهَىٰ عِبَادًا إِذَا صَلَّىٰ ۝

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شئى خیر من لاشئى۔ کچھ

ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے رواہ عنہ عبد الزراق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ مر برجل لا یتم رکوعاً ولا سجوداً فقال شئى خیر من لاشئى۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل

پڑھتے ہوئے دیکھا حالانکہ بعد نماز عید نفل مکروہ ہیں کسی نے عرض کیا یا امیر

المؤمنین آپ منع نہیں کرتے فرمایا :

اخاف ان ادخل تحت الوعيد قال الله تعالى اَرَأَيْتَ الَّذِي

يَنْهَىٰ عِبَادًا إِذَا صَلَّىٰ۔

میں و عید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو نے اسے دیکھا

جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ذکرہ فی الدر المختار اسی سے بحر الرائق میں

ہے۔

هذا للخواص اما العوام فلا يمنعون عن تكبير ولا تنفل

اصلا لقلّة رغبتهم في الخيرات

: یہ خواص کا معاملہ ہے باقی عوام کو تکبیریات کہنے اور نفل پڑھنے سے بالکل

منع نہ کیا جائے کیونکہ ان کو نیکیوں کا شوق بہت کم ہوتا ہے کتاب التجنیس والمزید

پھر بحر الرائق پھر ردالمختار میں ہے

سئل شمس الائمة الحلوانی ان کسالی العوام

یصلون الفجر عند طلوع الشمس افنجرهم

عن ذالك؟ قال لا لانهم اذا منعوا عن ذالك

ترکوها اصلا واداءها مع تجویز اهل الحدیث

لها اولی من ترکها اصلا۔

رد مختار میں ہے

لا يجوز صلوة مطلقاً مع شروق الا العوام فلا

يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز

عند البعض اولی من الترك كما في القنية

وغيرها

رد المختار میں ہے

قوله فلا يمنعون افاد ان المستثنى المنع لا

الحکم بعدم الصحة عندنا۔

پھر ردالمختار میں ہے شمس الائمة الحلوانی سے سوال کیا گیا کہ مست عوام

سورج کے طلوع کے وقت نماز پڑھیں تو آیا نہیں جھڑکیں اس سے روکیں فرمایا نہیں اس لئے کہ جب انہیں اس سے روکیں گے تو وہ بالکل نماز چھوڑ دیں گے اور اہلحدیث کے جائز قرار دینے کے ساتھ اس کا ادا کرنا اس کے بالکل چھوڑنے سے بہتر ہے درمختار میں ہے سورج کے طلوع کے وقت مطلقاً نماز جائز نہیں مگر عوام کو اس سے روکا نہ جائے اس لئے کہ وہ نماز چھوڑ دیں گے بعض کے نزدیک ادا جائز چھوڑنے سے بہتر ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے ردالمختار میں ہے اس کا قول فلا یمنعون بتلا رہا ہے کہ مستثنیٰ المنع ہے ہمارے نزدیک عدم صحت کا حکم یعنی عوام کو نہ روکنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صحیح و جائز ہے اس کے ناجائز و نا صحیح ہونے کا بھی حکم و فتویٰ نہ دیں۔

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے واللہ الحمد یہ عوام کا الانعام کے لیے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ آئمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر آئمہ ترجیح و فتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بناء پر ان جہال کو ردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔

نسئلك نسئل الله العفو والعافية والله تعالى اعلم۔^۱

فرماتے ہیں:

بلکہ ائمہ نا صحیحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایسے ناپسندیدہ امر سے منع کرنا ضروری ہے جو بالا جماع حرام ہے، بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یا خدا میں مشغول ہوں ہرگز منع نہ کیے جائیں، اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو، مثلاً سورج نکلنے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے، کیونکہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں، اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اسکی صحت ہو، جیسے کہ در مختار اور حدیقۃ الندیہ میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۸۳۵)

امام علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (الحدیقۃ الندیۃ ج ۲ ص ۸-۴)

میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمان کو ذکر خدا اور سول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذن عام ہے، لہذا جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو انکار مناسب نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ طبع قدیم ج ۳ ص ۱۸۲)

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت: اور حضرت فرماتے ہیں بلکہ ائمہ

نا صحیحین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ایسے ناپسندیدہ عمل سے منع کرنا ضروری ہے جو بالا جماع حرام ہو اور فرماتے ہیں شارع علیہ السلام کی طرف سے مسلمانوں کو ذکر خدا اور سول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کا اذن عام ہے لہذا جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو انکار مناسب نہیں۔

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت۔

تو جب ذکر بالجہر کے باعث کسی نمازی کو خلل و ایذا ہو بالا جماع حرام ہے
بایں معنی کہ کسی مذہب پر بھی اس کی صحت نہیں متقدمین اور متاخرین میں سے
کوئی بھی حتیٰ کہ ابن حزم غیر مقلد اس کی صحت و جواز کا قائل نہیں اور ذکر خدا و
رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ کی اس صورت کی ممانعت میں نص بھی وارد
ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولا یرفعن بعضکم علی بعض فی القراءة فی الصلوة
اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں ہرگز آواز بلند نہ کرے۔ یعنی
نمازی کا دوسرے نمازی کے پاس بلند آواز سے قرآن پڑھنا منع ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال
اعتکف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد
فسمعہم یجہرون بالقراءہ وهو فی قبة له فکشف
المستورة وقال الا ان کلکم یناجی ربہ فلا یوزین
بعضکم بعضا ولا یرفعن بعضکم علی بعض فی
القراءة فی الصلوة

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد
اقدس میں اعتکاف فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلند آواز
سے قرآن پڑھتے سنا اور آپ ایک گول خیمہ میں تشریف فرماتے تھے جو آپ کیلئے بنایا

گیا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ اٹھایا اور فرمایا خبردار! بیشک تم تمام اپنے رب سے مناجات کر رہے ہو تو تمہارا بعض بعض کو ہرگز اذیت نہ دے پھر اس کا بیان فرمایا اور تمہارا بعض بعض پر نماز میں قرآن پڑھنے میں آواز بلند نہ کرے۔

تو امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیش کردہ مذکورہ بالا فرمان کے مطابق ذکر بالجہر سے جس کے باعث کسی نمازی کو خلل و اذیت ہو منع کرنا عوام و خواص کو ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ مبارک کہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سوال : اگر کوئی مسجد میں باواز بلند درود و ظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے۔ لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر 'تلاوت کرنیوالے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے۔ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

الجواب : بیشک ایسی صورت میں اسے ذکر بالجہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاجد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے :

من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع

فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف

الایمان

جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے بند کر دے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اسکی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اُسے بُرا جانے اور یہ سب میں کم تر درجہ ایمان کا ہے۔

فرماتے ہیں بلکہ تصریحیں فرمائیں کہ عوام اگر کسی طرح یا دِ خدا میں مشغول ہوں ہر گز نہ کیے جائیں اگرچہ وہ طریقہ اپنے مذہب میں حرام ہو مثلاً سورج نکلنے وقت نماز حرام ہے اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں روکا نہ جائے کیونکہ کسی طرح وہ خدا کا نام تو لیں، اسے سجدہ تو کریں اگرچہ کسی دوسرے مذہب پر اس کی صحت ہو۔ الخ

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت : واقعی امام احمد رضا خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق عوام اگر سورج نکلنے وقت نماز پڑھیں تو انہیں منع نہ کیا جائے مگر خواص کو روکنا ضروری ہے۔

اور عوام کو نہ روکنے کا مطلب یہ نہیں کہ عوام کیلئے سورج نکلنے وقت نماز جائز ہے، اسی لئے امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے مسئلہ بیان فرمایا کہ سورج نکلنے وقت نماز حرام پھر فرمایا کہ عوام اگر طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھیں نہ روکے جائیں مگر خواص کو روکنا ضروری ہے۔

قارئین انصاف فرمائیں بندہ مؤلف نے رسالہ ہذا کی ابتدا ہی ان الفاظ سے کی ہے کہ بندہ مؤلف کا موقف وہی ہے جو فقہائے کرام اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ

تعالیٰ کا ہے کہ ذکر بالجہر بلا شک و شبہ جائز ہے۔ نماز کے فوراً بعد (نماز کے بعد متصل) یا اس کے علاوہ جبکہ نہ ریا ہونہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا ہونہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف۔ پھر بار بار وضاحت کی ہے کہ امام کے سلام کے بعد دیکھ لیں اگر جماعت میں شامل تمام نمازی فارغ ہو چکے ہوں تو جس طرح چاہیں آہستہ یا آواز بلند ذکر کریں۔ اگر ایک یا زیادہ نمازی اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کے فارغ ہونے تک آہستہ ذکر کر لیں جب فارغ ہو جائیں اور وہاں اور کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو تو جس طرح چاہیں آہستہ یا آواز بلند ذکر کر لیں۔

اور پورے رسالہ ہذا میں نماز کے بعد متصل یا اس کے علاوہ ذکر جہر کی ممانعت و مخالفت پر اصرار تو درکنار ممانعت و مخالفت کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ بندہ مؤلف نے کبھی یہ کہا کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ اس کے باوجود بندہ مؤلف کو حضرت کا مخاطب کر کے فرماتا۔

نمبر ۱ پھر اعتراض کرنے والے حضرات صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل بلند آواز سے ذکر نہیں کرنا چاہئے حالانکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے بعد متصل ذکر نہ کریں جب سنتیں نفل پڑھ لیں یا آیۃ الکرسی اور تسبیح و تکبیر ۳۳-۳۳ بار پڑھ لیں تو پھر ملکہ بلند آواز سے ذکر کر لیں۔

نمبر ۲ اور یہ فرماتا کہ آپ کا ممانعت پر اصرار کیا حیثیت رکھتا ہے؟

نمبر ۳ اور یہ فرماتا کہ صرف ذکر جہر کی ممانعت پر اصرار نہ کریں بلکہ نمازیوں کو یہ مشورہ دیں کہ سنتوں کے ادا کرنے یا تسبیحات پڑھنے کے بعد مل کر

ذکر کر لیا کریں۔ اگرچہ باآواز ہو، سر اسرنا انصافی اور الزام ہے یا نہیں؟
 آخر میں حضرت فرماتے ہیں راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ اگر دیانت
 داری سے یہی سمجھتے ہیں کہ ذکر جہر سے نماز میں خلل پڑتا ہے تو صرف ذکر جہر کی
 مخالفت چر اصرار نہ کریں بلکہ نمازیوں کو یہ مشورہ دیں کہ سنتوں کے ادا کرنے یا
 تسبیحات پڑھنے کے بعد مل کر ذکر کر لیا کریں اگرچہ باآواز ہو۔

بندہ مؤلف کی طرف سے وضاحت: بندہ مؤلف ناچیز دیانت داری
 سے سمجھتا ہے کہ ذکر جہر سے نماز میں خلل پڑتا ہے اور ذکر جہر کی مخالفت پر اصرار
 کرنا تو درکنار مخالفت ہی نہیں کی۔

اور ابتدائے رسالہ ہذا میں موقف بیان کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ
 ذکر بالجہر بلاشک و شبہ جائز ہے۔ نماز کے فوراً بعد یا اس کے علاوہ جب کہ نہ ریا ہونہ
 کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا ہونہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف۔
 تو کیا بندہ مؤلف کو خواہ مخواہ ذکر جہر کی مخالفت پر اصرار کرنے والا فرمانا
 ناانصافی نہیں؟ تاہم حضرت کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے جس طرح بھی آپکی
 تسلی ہو سکے۔ اور جس طرح بھی آپ مان جائیں۔

پنجابی کا محاورہ ”ہر نیاں دین واسطے تیار آں“

بندہ مؤلف ناچیز نمازیوں کو مشورہ نہیں دیتا بلکہ ان کی خدمت میں
 عرض کرتا ہے کہ سنتوں کے ادا کرنے یا تسبیحات پڑھنے کے بعد اگر وہاں کوئی
 نماز نہ پڑھتا ہو تو آہستہ یا باآواز بلند الگ الگ یا مل کر جس طرح چاہیں ذکر کریں۔

مذکورہ بالا الزامات و اعتراضات کا جواب بندہ مؤلف کے ذمہ نہیں

باقی بندہ مؤلف ناچیز نے حضرت صاحب کے مذکورہ بالا تمام الزامات و اعتراضات کی وضاحت اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور ان کو غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے کی ہے۔ ان تمام الزامات سے اظہار براعت اور ان کے اعتراضات کا جواب بندہ ناچیز کے ذمہ نہیں کیونکہ بندہ ناچیز کا اپنا علیحدہ کوئی موقف نہیں اور نہ ہی اپنا علیحدہ کوئی موقف بیان کیا ہے۔ قصور یہ ہے کہ نمازی کے پاس ذکر بالجہر کے بارے فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال بحوالہ کتب فقہ حنفی اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال بحوالہ لمعات اشعة للمعات اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اقوال بحوالہ فتاویٰ رضویہ سے ان کا موقف بیان کیا ہے۔ تو حضرت کو چاہئے کہ قصور معاف فرمائیں۔ اور تمام اعتراضات بندہ مؤلف ناچیز پر کرنے کی بجائے ان پر کریں ان اعتراضات کا جواب ان کے ذمہ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت صاحب ان فقہاء کرام اور بزرگوں کے موقف کو صحیح نہیں مانتے کیونکہ ماننے والے اعتراض نہیں کرتے اعتراض نہ ماننے والے کرتے ہیں جواب ماننے والے دیتے ہیں۔



غلط فہمیوں کا ازالہ

جب کہا جائے نماز پڑھنے والوں کے پاس اُنکے فارغ ہونے تک باواز ذکر نہ کریں آہستہ کر لیں تاکہ ان کی نمازوں میں خلل واقع نہ ہو اور وہ نمازی بغیر وقت دشواری اور بھولنے کے سکون کے ساتھ نماز پڑھ لیں۔ جب فارغ ہو جائیں تو جس طرح چاہیں آہستہ یا باواز بلند ذکر کریں۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ یہ ذکر درود کو روکنا ہے بے انصافی ہے کیونکہ آہستہ ذکر درود بھی تو ذکر و درود ہی ہے جس طرح جہری نمازوں فجر و مغرب و عشاء میں امام کا باواز بلند پڑھنا بھی پڑھنا اور سری نمازوں (ظہر و عصر) میں آہستہ پڑھنا بھی پڑھنا ہی ہے اگر آہستہ پڑھنا پڑھا نہیں تو امام کے آہستہ پڑھنے سے نماز ہی نہ ہوگی کہ قرآن کریم کا پڑھنا نماز میں فرض ہے۔ بلکہ بعض احوال میں تو بالاتفاق ذکر خفی افضل ہے۔ نمازی کے پاس آہستہ ذکر کرنے والا ذکر کا ثواب بھی پائے گا اور نمازی کو خلل میں ڈالنے کے گناہ سے بھی بچ جائے گا اور بلند آواز سے ذکر کرنے والے کو ذکر کا ثواب بھی نہ ہوگا۔ بلکہ نمازی کو خلل میں ڈالنے کا گناہ ہوگا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔ اور بعض علماء کرام کا یہ کہنا بلکہ اپنی کتابوں میں لکھنا کہ ایام تشریق میں باواز بلند تکبیرات تشریق سے نمازیوں کے نماز میں خلل نہیں پڑتا تو باواز بلند ذکر سے کیوں خلل پڑتا ہے اور بعض کا کہنا کہ ایام تشریق میں باواز بلند تکبیرات تشریق سے بھی تو خلل آتا ہے اور تلبیہ حج سے بھی نمازوں میں خلل آتا ہے۔ اس کو بھی بند کر دو۔

پڑھنا

جواب: اس ذکر کو تکبیرات تشریق اور تلبیہ حج پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ تکبیرات تشریق واجب اور تلبیہ حج سنت اور ان میں جہر (بلند آواز سے پڑھنا) وارد یعنی انکے جہر میں حکم شرع وارد ہے۔ اور وہ بھی مندرجہ ذیل تمام شرائط کے پائے جانے کے ساتھ اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح موجود ہے۔ ^۱ مقیس اور مقیس علیہ ہم پلہ ہونا چاہیے اور مقیس علیہ کا حکم اس کے ساتھ خاص بھی نہیں ہونا چاہیے ورنہ قیاس نہیں ہو سکتا حضرت ملا احمد جیون رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والثالث كون الفرع نظير الاصل لا دون منه ۱

تیسری شرط یہ ہے کہ فرع اصل کی ہم پلہ ہو مرتبہ میں اس سے کم تر نہ ہو۔ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

فشرطه ان لا يكون الاصل مخصوصاً بحكمه
بنص اخر ۲

کہ قیاس کی شرط یہ ہے کہ اصل کسی دوسری نص سے اپنے حکم کے ساتھ خاص نہ ہو۔

اور اس جگہ مقیس (نماز باجماعت کے فوراً بعد باواز بلند ذکر) اور مقیس علیہ (نماز باجماعت کے فوراً بعد باواز بلند تکبیرات تشریق) ہم پلہ نہیں۔ کیونکہ تکبیرات تشریق واجب اور نماز باجماعت کے فوراً بعد ذکر واجب نہیں بلکہ اس کا

۱ ملا احمد جیون علامہ: نور الانوار ص ۲۲۹

۲ ایضاً ص ۲۲۸

سنت ہونا بھی فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں تو پھر قیاس کیسے ہو سکتا ہے :

کیونکہ باواز بلند تکبیر خلاف سنت ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

لان الجهر بالتكبير خلاف سنة

بلند آواز سے تکبیر خلاف سنت ہے اور فقہائے کرام نے تکبیرات تشریق کو چند

شرائط کے ساتھ مشروع لکھا ہے ہدایہ اولین میں ہے :

ويبدأ بتكبير التشریق بعد الصلوة الفجر من يوم

عرفة ويختم عقيب صلوة العصر من يوم النحر

عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ وقالا یختم

عقب صلوة العصر من اخر ایام التشریق

ترجمہ : اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکبیر تشریق عرفہ

کے دن کی فجر سے شروع کی جائے اور قربانی کے دن کی عصر کی نماز کے بعد ختم کی

جائے۔

وهو عقب الصلوات المفروضات علی

المقیمین فی الامصار فی الجماعات المستحبة

عند ابی حنیفہ و لیس علی جماعات النساء اذا

لم یکن معهن رجل ولا علی جماعة المسافرین

اذا لم یکن معهن مقیم۔^۱

یعنی تکبیر تشریق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک فرض

نمازوں کے بعد شہروں میں مستحبہ جماعتوں میں مقیمین پر واجب ہے۔ اور عورتوں کی جماعتوں پر نہیں جب ان کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو اور مسافروں کی جماعت پر نہیں جب ان کے ساتھ کوئی مقیم نہ ہو۔

ولان الجهر بالتكبير خلاف سنة والشرع ورد به

عند اجتماع هذه الشرائط - ۱

ترجمہ: اور اس لیے کہ باآواز بلند تکبیر خلاف سنت ہے اور ان تمام شرائط کے پائے جانے کے وقت باآواز بلند تکبیر کے ساتھ حکم شرع وارد ہوا اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ”لمعات“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول مبارک کہ ”میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا تکبیر سے پہچانتا تھا“ کے تحت لکھتے ہیں:

وقيل كان ذلك في ايام التشريق بمنى وهذا

اوفق بمذهب ابى حنيفة في كراهيتهم الجهر

بالذكر في ما عدا ماورد ولهذا لا يوجبون قضاء

تكبيرات العيد والتشريق - ۲

ترجمہ: بعض شارحین و محدثین نے فرمایا کہ اس تکبیر سے منیٰ میں ایام تشریق کی تکبیر مراد ہے۔ اور یہ قول حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے ساتھ زیادہ موافق ہے کیونکہ وہ ذکر بالجہر کو مکروہ سمجھتے ہیں، سوائے

۱ علی بن ابی بکر امام: ہدایہ اولین، ص ۱۷۵

۲ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ الاسلام: لمعات شرح مشکوٰۃ جلد ثالث ص ۳۱۱

ان مقامات کے جہاں جہر وارد ہوا ہے۔ اس لیے وہ تکبیرات عید اور تشریق کی قضا واجب قرار نہیں دیتے۔ یعنی ایام تشریق کی فوت شدہ نمازوں کی قضا کے ساتھ تکبیرات کی قضا واجب نہیں ہے۔

اور اسی طرح حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

ويسن الاسرار في سائر الاذكار ايضاً الا في
التلبية والقنوت للامام والتكبير ليلتي العيد وعند
روية الانعام في عشر ذى الحجة وبين كل
سورتين من الضحى الى آخر القرآن وذكر
السوق الوارد وعند صعود الحضبات والنزول
من الشرفات۔^۱

ترجمہ : اور باقی اذکار میں بھی اخفاء سنت ہے مگر تلبیہ اور امام کیلئے قنوت میں اور عید کی دونوں راتوں کی تکبیریں اور قربانی کے چوپایوں کے دیکھنے کے وقت عشرہ ذی الحجہ میں اور ہر دو سورتوں کے درمیان والضحیٰ سے آخر قرآن تک اور بازار کا وارد ذکر اور پستیوں سے چڑھنے اور بلند یوں سے اترنے کے وقت۔

تو ان عبارات کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نماز کے بعد باواز بلند

تکبیر خلاف سنت ہے۔

اور تکبیر تشریق کا یہ حکم خاص ایام (ایام تشریق) خاص مواضع و امکانہ

(شہروں) خاص جماعات (فرض نماز کی مستحبہ جماعتوں) خاص اشخاص (مقیمین)

کے ساتھ مخصوص ہے تو قیاس کیسے ہو سکتا ہے۔ لہذا اپنے مورد پر بند رہے گا۔ اور بعض کا یہ کہنا کہ تم مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکتے ہو اور کہ مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکنے والا بڑا ظالم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ومن الظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا
اسمہ وسعی فی خرابہا الخ ۱

اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لینے سے۔
بندہ مولف کی طرف وضاحت :

ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا
اسمہ وسیعی فی خرابہا۔

ترجمہ : اور اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لینے
جانے سے۔ (کنز الایمان)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیہ مبارکہ
کے تحت حاشیہ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں۔

ذکر نماز و خطبہ تسبیح و دو عظ و نعت شریف سب کو شامل ہے ایک قول یہ
بھی ہے کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام
میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کعبہ میں نماز پڑھنے
سے روکا تھا اور جنگِ حدیبیہ کے وقت اکیس نماز و حج سے منع کیا تھا۔ اس آیہ

۱۔ القرآن۔ سورۃ بقرہ آیہ ۱۱۴

۲۔ القرآن سورۃ ط آیہ ۱۴

مبارکہ میں مسجدوں میں ذکر الہی سے روکنے والے کو بڑا ظالم فرمایا گیا ہے تو جب ذکر سے مراد نماز ہے تو نماز سے روکنے والا نماز کے لیے رکاوٹ بننے والا بڑا ظالم ہوا اور نماز کا ذکر اللہ ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے اقم الصلوٰۃ لذكری ۱

میری یاد کے لیے میرے ذکر کیلئے نماز قائم رکھ ۲ بلکہ نماز تو تمام ذکروں کا مجموعہ ہے گویا نماز سے روکنا یا رکاوٹ بننا تمام ذکروں کا روکنا اور تمام ذکروں کیلئے رکاوٹ بننا ہے۔

پھر یہ کہ نماز ذکر فرض اور نماز کے بعد بلند آواز سے دوسرے اذکار زیادہ سے زیادہ بعض کے نزدیک مستحب اور فرض کی حفاظت زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے۔ اگر مستحب فرض کے لیے رکاوٹ بنے تو مستحب کا چھوڑنا ضروری ہے۔ اور واقعی نماز کے بعد کے ذکر و درود شریف کو روکنے والا بھی۔ مناع للخیر ہے۔ بڑا ظالم ہے۔

مگر یہ کہنا کہ جب تک نمازی اپنی بقایا نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت تک آہستہ ذکر کر لیا جائے تاکہ انکی نمازوں میں خلل اندازی نہ ہو۔ اور وہ اپنی نماز سکون و اطمینان کے ساتھ پوری کر لیں یہ ذکر کو روکنا نہیں کہ آہستہ ذکر بھی تو ذکر ہے اور ان نمازیوں کی فراغت کے بعد جیسے چاہیں آہستہ یا بلند ذکر کر لیں۔ اور مسجدیں

۱ محمد افضل قادری 'مہیر': اشتمار اذان و اقامت وغیرہ ۱۵ مسائل کے دلائل کالم ۳

۲ محمد عبدالرشید 'مولوی': رشد الایمان 'ص ۲۲۸

۳ ابو داؤد محمد صادق قادری 'مولانا': اذان و نماز کے بعد ذکر و درود 'ص ۷

تو فرض نمازوں کیلئے بنائی گئی ہیں۔ نام ہی سے پتہ چلتا ہے۔ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں :

”ہمارے بعض علماء کتابوں میں لکھ رہے ہیں (ان حضرات کو چاہیے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بند کرنے کی بجائے مسلمانوں کو تکبیر اولیٰ پانے کے فضائل بتائیں۔)“

اور بعض لکھ رہے ہیں :

”جس شخص نے جماعت کی ساتھ نماز نہیں پڑھی غلطی اسی کی ہے نہ کہ ذکر کرنیوالوں کی وہ تو اپنے وقت پر سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں“

بعض لکھ رہے ہیں۔

”بعد میں جماعت میں شامل ہونے والوں کیلئے ذکر کیوں روکیں حالانکہ چاہیے یہ کہ وہ لوگ خود وقت پر آئیں حکم شریعت کے مطابق نماز باجماعت ادا کریں مگر اس کے برعکس وہ ایک تو جماعت ترک کرتے ہیں اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ جب لوگ سنت کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد کلمہ شریف و درود شریف پڑھیں تو ایک دو تارک الجماعت آکر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ لہذا ذکر و درود کا سلسلہ بند کر دو۔“

بندہ مولف کی طرف سے وضاحت : جب کہا جائے کہ نمازیوں کے پاس انکی فراغت تک آہستہ کر لیں جو اب میں یہ کہنا کہ یہ ذکر کو بند کرانا ہے۔ بے انصافی

ہے صحیح نہیں کیونکہ آہستہ ذکر بھی تو ذکر ہی ہے۔ بلکہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتویٰ شریفہ میں لکھا ہے کہ 'تاہم اخفا افضل یعنی اگر کسی نمازی یا سوتے یا مریض وغیر ہم کو اذیت نہ بھی ہو پھر بھی ذکر خفی بہتر بلانی الحدیث خیر الذکر الخفی کہ حدیث شریف میں ہے بہتر ذکر خفی ہے۔'

اور یہ کہنا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بند کرانے کی بجائے مسلمانوں کو تکبیر اولیٰ پانے کے فضائل بتائیں اور یہ کہنا کہ وہ تو سنت کے مطابق ذکر کرتے ہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اس ذکر کا سنت ہونا فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ تو اس کے مستحب ہونے کے بھی قائل نہیں بلکہ اس کے مستحب نہ ہونے پر متفق ہیں۔

اور بعض کا یہ کہنا کہ : جس شخص نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی غلطی اسی کی ہے نہ کہ ذکر کرنیوالوں کی اور یہ کہ بعد میں جماعت کے ساتھ شامل ہونے والوں کیلئے ذکر کیوں روکیں حالانکہ چاہئے یہ کہ وہ لوگ خود وقت پر آئیں حکم شریعت کے مطابق نماز باجماعت ادا کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک دو تارک الجماعت آکر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے۔ لہذا ذکر و درود کا سلسلہ بند کر دو۔"

علماء کرام کی مذکورہ بالا شرائط کے مطابق لا حقیقین جب اپنی بعض یا کل فوت شدہ رکعتیں پڑھتے ہیں تو ان کے پاس باواز بلند ذکر نہیں کرنا چاہئے تفصیل درج ذیل ہے۔

✓ جس شخص نے شروع سے امام کی اقتداء کی تکبیر اولیٰ کو بھی امام کے ساتھ پایا مگر بعد اقتداء عذر کی وجہ سے اس کی کل یا بعض رکعتیں فوت ہو گئیں جیسے غفلت یا بھیر کی وجہ سے رکوع سجود کرنے نہ پایا یا نماز میں اسے حدت (بے وضو ہونا) ہو گیا یا مقیم نے مسافر کی اقتداء کی یا نماز خوف میں پہلے گروہ کو جو رکعت امام کے ساتھ ملی (جس کو فقہائے کرام لاحق کہتے ہیں) امام کے سلام کے بعد جب وہ اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھے گا اس کے پاس تو ذکر و درود باواز بلند نہیں کرنا چاہیے نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ وہ نمازی تو وقت پر آیا ہے تکبیر اولیٰ بھی اس نے امام کے ساتھ پائی ہے پھسڈی (عادتہ پیچھے رہنے والا) بھی نہیں بلا عذر نہیں بلکہ عذر کی وجہ سے اس کی کل یا بعض رکعتیں رہ گئی ہیں۔ اور عذر کی وجہ سے رہ جانا غلطی بھی نہیں۔ حالانکہ اس لاحق نمازی کی نماز کی حفاظت و رعایت بھی نہیں کی جاتی اس کے پاس بھی بلند آواز سے ذکر کیا جاتا ہے درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

مرکزِ اہل سنت بریلی شریف کا معمول

استاذ العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری خلیفہ مجاز
 شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب نوری
 پاکستان و محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب و قطب مدینہ
 حضرت شاہ ضیاء الدین قادری مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے بندہ مؤلف سے بیان فرمایا
 کہ میں بریلی شریف میں شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مصطفیٰ
 رضا کہ خاں صاحب نوری رحمہ اللہ کی خدمت میں کہ اکابر علماء و مشائخ اہل سنت
 ان کے تلامذہ و خلفاء میں سے ہیں، حضرت محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا
 ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب قادری رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی ان سے
 خلافت و تلمذ کا شرف حاصل ہے، بارہ دن حاضر رہا، حضرت قبلہ مفتی اعظم ہند
 رحمہ اللہ کی موجودگی میں نہ قبل الاذان باواز بلند صلوٰۃ والسلام پڑھا جاتا تھا اور نہ
 نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر ہوتا تھا۔ اور حضرت قبلہ تمام نمازیں مسجد میں باجماعت
 ادا فرماتے تھے۔ میرے نزدیک بھی یہی حق ہے کہ نماز کے فوراً بعد اونچی اونچی
 آواز سے ذکر شروع کر دینا جبکہ کچھ لوگ اپنی بقیہ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، جائز
 نہیں، ان کو روکنا ضروری ہے۔ اس کو سنی و غیر سنی کی علامت بنانا درست نہیں۔

بندہ مؤلف کی طرف سے مروجہ ذکر بالجہر
بعد الصلوٰۃ کے قائلین سے سوال

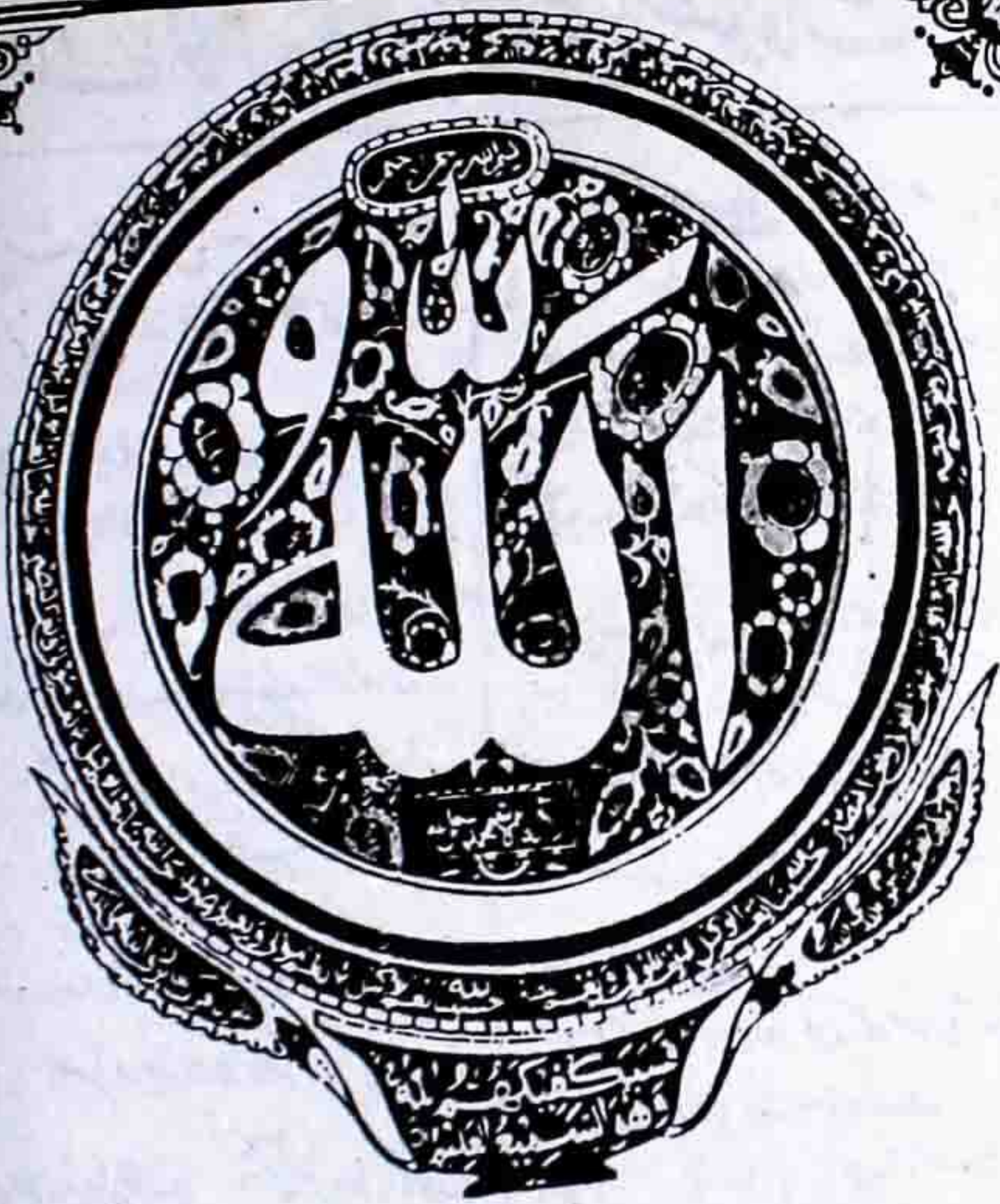
مروجہ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ علیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ مبارکہ کی رو سے کیا حکم رکھتا ہے؟ ان فتاویٰ مبارکہ کی کیا حیثیت ہے؟ آیا یہ قابل عمل ہیں یا نہیں؟ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ کے قائلین ان فتاویٰ مبارکہ پر کیسے عمل کریں گے؟ موجودہ دور میں اس موضوع پر جتنے رسائل دیکھے ہیں ان میں تو ان فتاویٰ مبارکہ کا ذکر نہیں ملتا معلوم نہیں کہ ان کے نزدیک ان فتاویٰ شریفہ کا کیا محمل ہے؟ اس کے بارے قائلین مروجہ ذکر بالجہر بعد الصلوٰۃ ان فتاویٰ شریفہ کا محمل بتادیں تو بہت اچھا ہوگا۔ بڑی مہربانی ہوگی۔

نوٹ : اس مخصوص معمول مروج (کلمہ طیبہ کے ورد پر) زیادہ توجہ اور زیادہ زور دینے کی وجہ سے بہت سے اذکار اور دعائیں استغفار، استعاذہ، استعانت، تسبیح، تمجید، تکبیر، آیۃ الکرسی وغیرہ ہم جن کا نماز کے بعد پڑھنا حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور جن میں سے بعض کے پڑھنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا اور چھوڑنے سے منع فرمایا اور ان کے پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت اور بہت زیادہ اجر و ثواب بیان فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کا مکفہ سیئات و ذنوب ہونا بیان فرمایا (تفصیل کیلئے) احادیث مبارکہ کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔ ان سے اکثر نمازی محروم رہ گئے۔

ہمارے ادارہ کی دیگر دینی مطبوعات

<p>۷. مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ ارشد قادری حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، فضائل، نصائص، کمالات اور مقامات پر مشتمل بہترین کتاب جو پاکستان میں پہلی بار شائع ہوئی۔</p>	<p>۱. چشمہ فیض شیر ربانی (از محمد یسین قصوری نقشبندی) حالات و تعلیمات حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ۲. ضیاء الفقراء مرتب: محمد یسین قصوری نقشبندی استاذ دارالعلوم شرقپور شریف سے متعلق ادارہ بردر فقراء کا انتخاب</p>
<p>۸. بے مثل بشر صلی اللہ علیہ وسلم (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل ہونے کی احادیث، موافقا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں تحقیق) از محمد یسین قصوری نقشبندی</p>	<p>۳. تذکرہ خلفاء شیر ربانی زیر ترتیب: محمد یسین قصوری نقشبندی حالات و تعلیمات خلفاء حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ ۴. امرار بردر فقراء ترتیب: محمد یسین قصوری کاوش علامہ محمد انور شرقپوری ۱۱ یار کبار کے فیوض و برکات کے عین انداز میں انقلابی باتیں</p>
<p>۹. طب روحانی روح کی بیماریوں اور ان کے علاج کے متعلق جامع اور نہایت مفید رسالہ از محمد زاہد لطیف</p>	<p>۵. امرار بردر اولیاء مرتب: محمد یسین قصوری نقشبندی کاوش علامہ محمد انور شرقپوری ۱۱ یاران کے فیوض و برکات پر مشتمل پیاری پیاری انقلابی باتیں</p>
<p>۱۰. فضائل و مسائل قربانی تالیف: محمد یسین قصوری نقشبندی ۱۱. ریاضی اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کاوش: علامہ محمد انور شرقپوری ناشر:</p>	<p>۶. والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حالات و ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از محمد یسین قصوری نقشبندی بذریعہ ڈاک منگوانے کا پتہ:</p>

پنج پبلیکیشنز شاہ روڈ
مکتبہ فاروقیہ رضویہ
ہاغبند پورہ لاہور فون ۳۳۲۷۱۰



قطعہ اسم ذات جو اعلیٰ حضرت سیر ربانی حضرت
 میاں شیر محمد شرف پوری رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک
 سے رسم فرمایا جس سے آپ کے عشق الہی کا بخوبی
 اندازہ ہوتا ہے، پتے پتے میں اسم ذات نہایت
 خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے۔



مکتبہ فاروقیہ
دارالعلوم جامعہ فاروقیہ رضویہ
گھوڑے شاہ روڈ گوجر پورہ لاہور فون: 6826970